انما العیش مرة واحدة والوقت انفاس لا تعود

زندگی اور وقت

تالیف ابو محمد عزیر یونس السلفی المدنی حفظہ اللہ

نظر ثانی فضیلۃ الشیخ ابو نعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

انما العیش مرۃ واحدۃ والوقت
انفاس لا تعود

زندگی اور وقت

تالیف
ابو محمد عزیر یونس السلفی المدنی حفظہ اللہ

نظر ثانی
فضیلۃ الشیخ ابو نعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

نام کتاب : ــــــــــــ زندگی اور وقت

مؤلف : ــــــــــــ ابو محمد عزیز یونس السلفی المدنی

نظر ثانی : ــــــــــــ فضیلۃ الشیخ ابو نعمان بشیر احمد

ناشر : ــــــــــــ مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

اشاعت : ــــــــــــ مارچ 2017ء

ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369
بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

0300-8661763 ، 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

جامع مسجد بیت الرحمٰن اہل حدیث، گرین پارک، لاہور 0321-5550695

فہرس

باب اول

اہمیت وقت قرآن کی روشنی میں

باب دوم

اہمیت وقت احادیث کی روشنی میں

باب سوم

وقت کے متعلقہ مسائل

باب چہارم

اہمیت وقت اور اقوال سلف

فصل اول: اقوال صحابہ

فصل ثانی: اقوال تابعین

فصل ثالث: اقوال تبع الاتباع ومن بعدہم

باب پنجم

اہمیتِ وقت اور اعمال سلف

فصل اول: اعمال صحابہ

فصل ثانی: اعمال تابعین

فصل ثالث: اعمال تبع الاتباع ومن بعدہم

باب ششم

اہمیت وقت اور عربی اشعار

باب ہفتم

ضیاع وقت کے اسباب

لِوَجْهِكَ الْكَرِيْم

يَا رَبِّي

فَتَقَبَّلْ مِنِّى هٰذَا الْقَلِيْلَ

رَبِّ تَقَبَّلْ عَمَلِى

اے میرے رب! میرے عمل کو قبول کر لے

وَلَا تُخَيِّبْ اَمَلِى

اور میری امید کو نا امید نہ کرنا

اَصْلِحْ اُمُوْرِى كُلَّهَا

میرے تمام معاملات کی اصلاح کر دینا

قَبْلَ حُلُوْلِ الْاَجَل

موت کے آنے سے پہلے۔

اِنْ تَجِدْ عَیْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا

اگر تم عیب پاؤ تو (اس عیب کے) خلل کو بند کر دو

فَجَلَّ مَنْ لَا عَیْبَ فِیْہِ وَعَلَا ۔

پس عظمت والی ہے وہ ذات جس میں کوئی عیب نہیں اور وہ

(ہر عیب سے) بلند ہے۔

مقدمہ

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على اشرف المرسلين امابعد:

ہمارے معاشرے میں جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں وہاں ایک بہت بڑی خرابی وقت کا ضیاع ہے، حتیٰ کہ علم سے منسلک طبقہ بھی اس خرابی کا شکار ہو رہا ہے جو کہ اس معاشرے کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

لہٰذا اس خرابی کو دور کرنے کے لیے، میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا تا کہ میں خود بھی اور دیگر مسلمان بھائی اور بہنیں بھی اس خرابی اور نقصان سے بچ سکیں۔ واللہ الموفق۔

میں نے اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے اقوال اور اعمال کو اپنی بساط کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ پڑھنے والے کو وقت کی حفاظت کا احساس پیدا ہو اور اپنی زندگی کو اللہ کی عبادت میں گزارنے کا شوق پیدا

- اس کتاب میں جتنی بھی روایات بیان کی گئی ہیں وہ سب صحیح ہیں سوائے ایک روایت کے اور اس کا بھی حکم بیان کر دیا گیا ہے۔
- اگر کوئی روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہے تو اس کی مزید تخریج بیان نہیں کی گئی بلکہ ان دو صحیح کتابوں پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔
- بسا اوقات صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ کے ساتھ مذکور حدیث کے دوسرے مخرج بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔
- اگر حدیث صحیحین میں نہیں ہے تو اس کی تخریج مکمل بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- تمام اقوال کے حوالہ جات نقل کیے ہیں تا کہ علماء وطلباء مستفید ہوں۔
- سلف صالحین کی تاریخ وفات بھی ذکر کی ہے تا کہ علماء وطلباء مستفید ہوں۔

میری رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، والدین، اہل وعیال اور میرے تمام اساتذہ کرام کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی جناب میں مقبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین

آخر میں میں انتہائی مشکور ہوں اپنے محسن استاذ محترم ابونعمان بشیر احمد صاحب حفظہ اللہ (نائب شیخ الحدیث مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ) کا جنہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر اس کتاب کی نظر ثانی فرمائی اور اس کی کمپوزنگ اور ڈیزائننگ محترم حافظ احمد نعیم صاحب (CHN) حفظہ اللہ نے کی اور اس کے پروف کی چیکنگ میں میرے شاگرد رشید محترم خاور شفیق صاحب حفظہ اللہ نے بھی کافی تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور اس محنت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

تمہید

ان الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له و نشهد أن لااله الاالله و حده لاشريك له و نشهد أن محمدا عبده ورسوله اما بعد :

یقیناً انسان کے لیے سب سے زیادہ قیمتی چیز اس کا وقت ہے، وقت اس سانس کی طرح ہے جو دوبارہ نہیں مل سکتا، انسان کے سانس اور دن گنے ہوئے ہیں، جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی، لہذا جس نے ان سانسوں کو خیر کے کاموں میں گزارا تو اس کے لیے دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر ہے اور جس نے انہیں شر اور برائی میں صرف کیا تو اس کے لیے دنیا و آخرت میں شر ہی شر ہے یعنی جس طرح کا بیج بوؤ گے ویسی ہی فصل کاٹو گے۔

انسان کی دنیوی زندگی بیج بونے کی ہے اور آخرت کی زندگی فصل کاٹنے کی ہے۔ اس لیے اس دنیا میں نیکی کا بیج بوتے جاؤ اس کسان کی طرح جو دن کو کھیتوں میں جاتا ہے او رسارا دن کھیتی باڑی میں مصروف رہتا ہے اور جب شام ہوتی تو خالی ہاتھ واپس پلٹتا ہے، دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ بیچارہ صبح جاتا ہے شام کو خالی ہاتھ واپس پلٹ آتا ہے آخر کسی نے پوچھا ؟ جناب آپ روزانہ صبح جاتے ہیں دن بھر محنت مشقت کرتے ہیں لیکن شام کو خالی ہاتھ واپس پلٹ آتے ہیں تو وہ کسان جواب دیتا ہے میں نے فصل بوئی ہے اس پر محنت کرتا ہوں اپنا خون، پسینہ ایک کرتا ہوں اس لیے کہ مجھے امید ہے کہ ایک دن میری کھیتی پکے گی اور مجھے میری محنت کا صلہ ملے گا اسی طرح ایک مومن کی مثال ہے جو اپنے رب کی بندگی کرتا

ہے، پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے ذکر واذکار، قرآن کریم کی تلاوت اور دیگر خیر کے کاموں میں مصروف رہتا ہے، اذان ہوتی ہے نماز کے لیے جاتا ہے نماز پڑھ کر واپس پلٹتا ہے تو بچے پوچھتے ہیں ابا جان! آپ جب اذان ہوتی ہے سب مصروفیت چھوڑ کر مسجد میں چلے جاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں لیکن خالی ہاتھ واپس لوٹ آتے ہیں آپ کو کیا ملتا ہے؟ تو اباجی کا جواب وہی ہوتا ہے جو اس کسان کا تھا کہ بیٹا دنیا دارِعمل ہے یہاں جس نے جیسا عمل کیا آخرت میں ویسی ہی جزا پائے گا آج ہم عبادت کرتے ہیں، اپنا وقت اس کی بندگی اور اس کی رضا میں صرف کرتے ہیں تو ایک دن آئے گا جب ہمیں اس کی بہترین جزا دی جائے گی۔ جو آج یہاں نیکی کے حصول میں تھکے گا وہ کل آخرت کو آرام پائے گا۔ جیسے ایک عربی کہاوت ہے:

تَعِبَ الاِنسَانُ فِی صِغَرِہٖ کَی یَستَرِیحَ فِی کِبَرِہٖ

انسان بچپن میں تھکتا ہے تاکہ بڑھاپے میں آرام پائے۔

مثال:

انسان اور اس کی زندگی کے وقت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو گاڑی کرائے پر لایا۔ اگر اس نے گاڑی کو لا کر دروازے پر کھڑا کر دیا، اس پر اپنی ضرورت کے لیے نہ گیا اور نہ ہی کوئی سفر طے کیا بلکہ اس گاڑی کو اسی طرح کھڑا کیے رکھا اور پھر بالآخر وقت ختم ہونے پر واپس لوٹا دیا تو ایسے شخص کو کوئی بھی دانا اور سمجھدار نہیں کہے گا۔

بعینہ جس نے اپنی زندگی کے وقت کو لایعنی اور بے مقصد کاموں میں صرف کر دیا اور وقت سے بھرپور فائدہ حاصل نہ کیا، اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں نہ کھپایا تو گویا اس نے اس دیے ہوئے وقت کو ضائع کر لیا جو اسے کبھی دوبارہ نہیں ملنے والا بلکہ فضولیات میں صرف ہونے والا

وقت ایسے ہی ہے جیسے اسے وقت دیا ہی نہیں گیا تھا۔اسی لیے وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کو رب تعالیٰ کی نافرمانی میں کھپایا ہو گا جب ان سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کتنا عرصہ گزار کے آئے ہو؟ تو وہ کہیں گے دن یا دن کا کچھ حصہ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴾ ﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ﴾ (المومنون :۲۳، آیت:۱۱۲تا ۱۱۳)

"وہ (اللہ تعالیٰ) کہے گا: کتنا عرصہ تم ٹھہرے ہو زمین میں برسوں کی گنتی (کے اعتبار سے)؟ وہ کہیں گے ہم ٹھہرے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، پس تو پوچھ لے گننے والوں سے"۔

گویا وقت سے فائدہ نہ اٹھانے والا یونہی سمجھے گا گویا کہ اسے وقت دیا ہی نہیں گیا اور 60،70 سالہ زندگی یوں سمجھے گا گویا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ گزار کر آیا ہے۔

مثال:

اسلم اور اکرم ایک ہی فیکٹری میں کام کرتے تھے، دونوں کو فیکٹری کی طرف سے دو دن کی چھٹی ملی۔ اسلم نے گھر آکر اپنی ان دو چھٹیوں کو غنیمت جانا اور اپنے جتنے بھی ضروری کام تھے جو ڈیوٹی پر جانے کی وجہ سے رکے ہوئے تھے، سارے سرانجام دے لیے، لیکن اس کے برعکس اکرم نے آتے ہی کبھی کسی دوست سے ملنے میں تو کبھی کسی بے کار مجلس میں بیٹھ کر اور کچھ سو کر گزار دیے۔ اب ان دونوں میں سے جس نے ان دو چھٹیوں میں اپنے ضروری کام نمٹا لیے اور اپنے مقاصد حاصل کر لیے تو وہ یقیناً یاد رکھے گا کہ مجھے چھٹیاں ہوئیں تھیں جن میں نے ان سے فائدہ اٹھایا تھا اور جس نے چھٹیاں بے کار گزاریں اور کوئی مقصد حاصل نہ کیا تو اس کے لیے ایسے ہی ہے جیسے اس کو چھٹیاں نہیں ملی تھیں۔ اسی طرح جس نے زندگی با مقصد گزاری تو حقیقی زندگی اسی کی ہے اور جس نے وقت کا احساس نہ کیا، لہو ولعب

اور بے کار کاموں میں اپنے قیمتی وقت کو صرف کیا تو گویا اس کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔

کونسی دولت اہم ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بہت انعامات کیے ہیں جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا لیکن ان انعامات میں سب سے اہم نعمت وقت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی نعمت یعنی سونا، چاندی، ہیرے اور جواہرات وغیرہ وقت کی برابری نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دنیا کی دولت کھونے کے بعد امید اور امکان ہوتا ہے کہ انسان اسے دوبارہ حاصل کر لے بلکہ کبھی تو انسان پہلی حالت سے زیادہ بہتر حالت پا لیتا ہے یعنی مال و دولت پہلے سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے، لیکن وقت ایک ایسی دولت ہے کہ اگر ایک مرتبہ چھن جائے تو دنیا کا کوئی امیر ترین اور طاقت ور انسان اس کو دوبارہ واپس نہیں لوٹا سکتا۔

دولت ہاتھ سے جاتی رہے تو وقت اسے دوبارہ حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے لیکن اگر وقت ہاتھ سے نکل جائے تو دنیا کی ساری دولت بھی اسے واپس نہیں لا سکتی۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقت دولت کی طرح ہے جس کا اسراف جائز نہیں۔ یاد رکھو! تم دولت تو زیادہ کما سکتے ہو لیکن وقت میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

جس کا اللہ بھلا کرے:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِذَا اَرَادَاللّٰه بِالْعَبْدِ خَيْراً :اَعَانَهٗ بِالْوَقْتِ وَ جَعَلَ وَقْتَهٗ مُسَاعِدًا لَهٗ وَاِ ذَا اَرَادَبِهٖ شَرًّا جَعَلَ وَقْتَهٗ عَلَيْهِ وَنَاكَدَهٗ وَقْتُهٗ فَكُلَّمَا اَرَادَ التَّأَهُّبَ لِلْمَسِيْرِلَمْ يُسَاعِدْهُ الْوَقْتُ ، وَالْاَوَّلُ :كُلَّمَاهَمَّتْ نَفْسُهٗ بَالْقُعُوْدِ اَقَامَهُ الْوَقْتُ

سَاعَدَہٗ۔"❶

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وقت کے ذریعے اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کے وقت کو اس کے لیے معاون بنا دیتے ہیں، اور جب اللہ کسی سے شر کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے وقت کو اس کے مخالف کر دیتے ہیں اور اس پر وقت کو تنگ کر دیتے ہیں جب بھی وہ چلنے کا ارادہ کرتا ہے وقت اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ جبکہ پہلا آدمی جب بھی بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل اسی وقت اسے کھڑا کر دیتا ہے اور اس کا سہارا بنتا ہے۔

لہٰذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نیک کاموں میں مصروف کر دے اور وہ اپنی عمر کے قیمتی اوقات اس کی اطاعت میں کھپا دے یقیناً بندے کے لیے اس سے بڑی کوئی خیر و بھلائی نہیں لیکن بے کار کاموں میں زندگی کا گزر جانا یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گناہوں کی شامت ہے۔

اسی لیے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مِنْ عَلَامَةِ إِعْرَاضِ اللّٰهِ عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَجْعَلَ شُغْلَهُ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ خِذْلَانًا مِنَ اللّٰهِ"❷

" اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے اعراض کرنے کی علامات میں سے ہے کہ بندے کو رسوا کرنے کے لیے اسے بے کار کاموں میں مصروف کر دے"

ضیاع وقت موت سے زیادہ نقصان دہ ہے:

اگر ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو وقت کا ضائع کرنا موت سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ موت انسان کو دنیا اور اہل دنیا سے دور کرتی ہے جب کہ ضیاع وقت اور بے کار زندگی انسان کو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل کر دیتے ہیں اور انسان کے لیے دائمی ناکامی اور

---

❶ مدراج السالکین، ۳/ ۱۲۹، ۱۳۰۔ ❷ جامع العلوم والحکم، ص: ۱۳۹۔

نامرادی مقدر کردی جاتی ہے۔اعاذ نا اللہ منہ

حضرت یحیٰ بن معاذ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اَلْفَوْتُ - هُوَ ضَيَاعُ الْوَقْتِ - اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ ، لِاَنَّ الْفَوْتَ اِنْقِطَاعٌ عَنِ الْحَقِّ وَ الْمَوْتُ اِنْقِطَاعٌ عَنِ الْخَلْقِ "

فوت یعنی وقت کو ضائع کرنا موت سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وقت کا ضیاع حق سے دور کردیتا ہے اور موت صرف مخلوق سے دور کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ زندگی ایک بہترین اثاثہ ہے اسے بامقصد اور بہتر کاموں میں صرف کیا جائے جیسے ایک سمجھ دار آدمی کہ جب اسے ماہانہ وظیفہ یا تنخواہ ملتی ہے تو وہ اس رقم کے ذریعے اہم اور ضروری حاجات اور معاملات کو مقدم کرتا ہے تاکہ اپنی رقم کو بامقصد کاموں میں لگایا جائے، اسی طرح ہمیں اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھتے ہوئے پہلے انتہائی اہم کام یعنی فرائض وواجبات کو پورا کرنا چاہیے جس پر ہماری دنیوی واخروی نجات وکامیابی کا انحصار ہے۔

سب سے بڑا نادان شخص:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سب سے بڑا نادان شخص وہ ہے جو اپنے اصل مال کو ہی برباد کر لے اور ایک عقلمند کے لیے اس کی زندگی کے لمحات اس کا اصل مال ہیں اور جس نے اپنا اصل مال ہی لٹالیا، بے کار کاموں پہ لگا دیا وہ سب سے بڑا نادان اور سب سے بڑا خسارہ پانے والا ہے۔

حضرت ابویزید البسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ رَأْسُ مَالِ الْمُؤْمِنِ رِبْحُهَا الْجَنَّةُ

وَخُسْرَانُهَا النَّارُ" ❶

یقیناً دن اور رات (وقت) مومن کا اصل مال ہیں ان کا نفع جنت اور ان کا نقصان آگ ہے۔

مثال: یوں سمجھیے کہ ایک شخص نے اسلام آباد پہنچنا ہے اور اس کی جیب میں صرف اتنی رقم ہے جو بمشکل اسے اس کی منزل تک پہنچادے اور اگر اس شخص نے اپنی رقم کو راستے میں غیر ضروری اشیاء کو خریدنے میں لگا دیا، تو یقیناً وہ شخص اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعینہ وہ شخص جس نے اپنی زندگی کے قیمتی وقت کو غیر ضروری اور بے مقصد کاموں میں صرف کر دیا حتیٰ کہ اللہ کا پیغام اجل آ پہنچا تو یہ شخص بھی موت کے وقت ندامت اور پشیمانی میں حسرت کے مارے جو کچھ کہے گا باری تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴾﴿لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾(المؤمنون ۲۳!۹۹تا۱۰۰)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تا کہ جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کر وں۔ ہرگز نہیں یہ تو محض ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے۔ اور ان کے آگے ایک پردہ (آڑ) ہے اس دن تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

وقت ضائع کرنے والا ناشکرا ہے:

اگر انسان غور و فکر کرے تو اس پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا وہ بدلہ نہیں چکا سکتا

---

❶ ۔ الزهد الكبير للبيهقي، ص:١٩٦.

بلکہ ایک ایک سانس کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا اور وقت، زندگی کا پیریڈ، لیل ونہار یہ سب ایک بہت قیمتی نعمت ہے جس کو سراہتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ (الفرقان، ٢٥: آیت ٦٢)

"اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر کرنا چاہے"

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زندگی کا وقت ایک بہت قیمتی نعمت ہے اس پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے تو پھر اس نعمت کے بارے ہمارا کیا ردعمل ہے ہم اس نعمت میں رب تعالیٰ کے کتنے شکر گزار ہیں آیئے ذرا جائزہ لیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ (ت ۷۵۱ھ) اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں فرماتے ہیں کہ شکر کے بنیادی پانچ قاعدے ہیں جو شکر کی اساس اور بنیاد ہیں اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو شکر نامکمل ہے وہ پانچ قاعدے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- شاکر کو اپنے مشکور (احسان کرنیوالے) کے سامنے عاجزی کرنی چاہیے۔

2 - شاکر کو چاہیے کہ اپنے مشکور سے محبت کرے۔

3- شاکر کو چاہیے کہ اپنے مشکور کی نعمت کا معترف ہو۔

4- شاکر کو چاہیے کہ اس نعمت کی بناء پر اس کی تعریف وثناء کرے۔

5- شاکر کو چاہیے کہ اس نعمت کو اس کی ناپسند چیزوں میں استعمال نہ کرے۔ [1]

اب جس کو اللہ نے زندگی جیسی عظیم نعمت دی ہے اسے چاہیے کہ اپنے رب کے

---

[1] - مدراج السالکین، ٦/٢۔

سامنے عاجزی دکھلائے، کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر اس رب تعالیٰ سے محبت کرے، اس نعمت پر اپنے مالک کا شکریہ ادا کرے اور اپنی زبان سے اس بات کا اعتراف کرے اور سب سے بڑھ کر اس پر ضروری ہے کہ اس نعمت کو اپنے رب کی اطاعت میں استعمال کرے وگرنہ وہ شاکرین کی صف میں سے نہیں ہوگا بلکہ ناشکری کرنے والا ہوگا اور وہ نعمت اس کے لیے وبال جان اور فتنہ ہوگی جیسا کہ محدثِ مدینہ ابوحازم سلمۃ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كُلُّ نِعْمَةٍ لَاتُقَرِّبُ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَهِيَ بَلِيَّةٌ" [1]

ہر وہ نعمت جو (تجھے) اللہ عزوجل کے قریب نہیں کرتی وہ آزمائش ہے۔

اور بعض سلف سے مروی ہے:

"كُلُّ نِعْمَةٍ لَاتُزِيْدُكَ اِلَّافِي مَعْصِيَةٍ فَهِيَ نِقْمَةٌ وَ لَيْسَتْ بِنِعْمَةٍ"

ہر وہ نعمت جو تجھے صرف نافرمانی میں آگے بڑھائے پس وہ (اللہ کی طرف) سے انتقامی کاروائی ہے، نعمت نہیں ہے۔

لہذا اس نعمت پر ہمیں شکرگزار بننا چاہیے، نافرمانی اور کفرانِ نعمت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

بعض اہل علم نے ضیاع وقت کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے:

"مِنْ عَلَامَةِ الْمَقْتِ اِضَاعَةُ الْوَقْتِ"

اللہ کی ناراضگی کی علامت میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ وقت کو ضائع کرے۔

ہر چیز وقت کی مرہون منت ہے:

اگر ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر قسم کی خیر جسے انسان اپنی زندگی میں حاصل کرتا

---

[1] - صفة الصفوة :۲/ ۱۵۷.

ہے اس کا انحصار صرف وقت کی قدر کرنے پر موقوف ہے۔ اگر وقت کا خیال نہیں رکھتا تو خیر کثیر سے محروم ہو گا۔ اس جہان میں جتنی بھی قوموں نے عروج حاصل کیا اور تاریخ کے اوراق میں بہترین نقوش چھوڑے ان سب میں جو چیز قدر مشترک اور نمایاں نظر آتی ہے وہ انکا اپنے اوقات کا بہترین استعمال اور اسے بامقصد اہداف کے حصول میں صرف کرنا تھا۔ لہذا اے مسلمان! اے آخرت کے راہی! تیری منزل بڑی دور ہے اور راستہ بڑا کٹھن ہے اور راستے میں طرح طرح کے ڈاکو اور لٹیرے ہیں جو تجھ سے تیرا دین اور سامان سفر تقویٰ و پرہیزگاری کو چھیننا چاہتے ہیں پس تو اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے اس کے ڈر سے اپنے دل کو آباد کیے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہ اور دنیا کی رنگ رلیاں تجھے تیری منزل سے غافل نہ کریں کیونکہ دنیا کی ہر خیر والی چیز کو فنا ہے بقاء نہیں اور آخرت کی ہر چیز، ہر نعمت ابدی اور لازوال ہے اس لیے اس آخرت کی خیر کو حاصل کرنے کے لیے اپنے وقت کی قدر کر اس لیے کہ ہر خیر کا حصول وقت کا مرہونِ منت ہے کیونکہ ضیاع وقت نہ خیر ہے اور نہ ضیاع وقت سے کسی خیر کا حصول ممکن ہے۔

وقت کی اقسام:

انسان اپنی زندگی پر غور و فکر کرے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کی زندگی دو طرح کے اوقات میں منقسم ہے:

ایک وہ وقت جو اس نے اطاعت اور خیر کے کاموں میں صرف کیا۔

دوسرا وقت، اس کی پھر دو اقسام ہیں، ایک نافرمانی اور شر کے کاموں میں صرف کیا ہوا اور دوسرا غفلت اور بے کار کاموں میں۔ لہٰذا اس اعتبار سے وقت کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

پہلی قسم: وہ وقت جو خیر اور اطاعت میں صرف ہوا۔

دوسری قسم: اس قسم کی آگے دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت: نافرمانی میں گزراہواوقت۔

دوسری صورت: غفلت اور بے کار کاموں میں گزراہواوقت۔

پہلی قسم:

اس قسم میں زندگی کا ہر وہ وقت اور لمحہ شامل ہے جسے انسان اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری یا بامقصد اہداف کے حصول میں صرف کرتا ہے مثلاً:

1- عبادات میں۔

2- جائز ضروریات کے پورا کرنے میں۔

3- علم کے حصول میں۔

4- رزق حلال کمانے میں۔

5- فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں۔

6- انسانیت کی بھلائی میں۔ وغیرہ

زندگی اس پہلی قسم کے وقت میں گزارنے والا کامیاب ہے اور اس گزرے ہوئے وقت پر اجر وثواب پائے گا۔

دوسری قسم:

وقت کی یہ قسم دوصورتوں میں منقسم ہوتی ہے۔

پہلی صورت:

اس صورت میں زندگی کا ہر وہ حصہ اور پیریڈ شامل ہے جو نافرمانی، معصیت اور شر

کے کاموں میں گزارا ایسا شخص خسارے اور گھاٹے میں ہے اور اپنی نا صرف دنیوی زندگی کو تباہ کر رہا ہے بلکہ اخروی زندگی جو ابدی اور دائمی ہے اسے بھی خراب کر رہا ہے اور اس گزرے ہوئے وقت پر گناہ اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

دوسری صورت:

وقت کی اس صورت میں وہ لوگ شامل ہیں جو غفلت والی اور بے کار زندگی گزار رہے ہیں، اور غفلت ہی وہ پہلی سیڑھی ہے جس سے انسان معصیت اور برائی کی منازل کی طرف بڑھتا ہے۔ سب سے پہلے شیطان انسان کو غافل کرتا ہے جونہی دل اللہ کی یاد، اس کے ذکر وفکر سے غافل ہوتا ہے، تو فوراً وساوس کا جال بچھاتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾

(الزخرف:٤٣، آیت:٣٦)

"اور جو غفلت کرے رحمٰن کے ذکر سے ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے شیطان کو تو وہ اس کا ہم نشین ہو جاتا ہے۔"

اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً﴾ (الکهف:١٨، آیت:٢٨)

"اور نہ آپ اطاعت کریں اس شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾ (الاعراف:۷،آیت:۲۰۵)

"اور نہ ہوں آپ غافلوں میں سے۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان ذکرالٰہی سے، آخرت سے غافل ہوتا ہے تو شیطان یقینی طور پر اسے برائی کی طرف کھینچتا ہے اور غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر انسان کا مواخذہ ہوگا لیکن غفلت کی تین صورتیں ہیں۔

1- دنیا اور آخرت دونوں سے غفلت۔

2 - دنیا سے غفلت لیکن آخرت کے لیے بیداری۔

3 - دنیا کے لیے بیداری اور آخرت کے لیے غفلت۔

پہلی صورت:

دنیا اور آخرت سے غفلت

غفلت کی یہ صورت سب سے خطرناک اور بھیانک ہے کہ انسان اپنی دنیا اور آخرت دونوں سے غافل ہو جائے۔ نہ دنیا کی زندگی کی فکر اور نہ آخرت کا احساس اور اس قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو بے کار کاموں میں زندگی صرف کر رہے ہیں جن کا نہ دنیوی کوئی فائدہ اور نہ اخروی۔ اسی لیے سلف ایسے شخص کو بہت برا سمجھتے تھے جو اپنی دنیا اور آخرت سے غافل ہوتا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اِنِّی لَاُبْغِضُ الرَّجُلَ اَنْ اَرَاهُ فَارِغًا لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا عَمَلِ الْاٰخِرَةِ " [1]

"یقیناً میں اس آدمی کو انتہائی ناپسند کرتا ہوں جس کو فارغ دیکھوں کہ نہ کسی دنیوی

[1] ۔ الزہد للامام احمدؒ۔ ص:۱۹۹۔

عمل میں مصروف ہو اور نہ کسی اخروی عمل میں۔"

اس وقت ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ اسی صورت میں زندگی گزار رہا ہے احساس زندگی ختم ہو چکا ہے، ضمیر مردہ ہو چکے ہیں، دن رات فلم بینی، لہو ولعب اور غیر ضروری اسفار، بے کار مجلسوں کی زینت اور رات گئے تک ہنسی مذاح میں گزارنا وغیرہ۔ ایسا شخص دوہرے نقصان میں ہے کیونکہ اس نے نہ دنیا کا کوئی مقصد حاصل کیا اور نہ ہی آخرت کا۔ اور اگر اسی کیفیت میں اسے پیغام اجل آ گیا تو ہلاکت ہے۔ دیکھیے حضرت زہیر بن نعیمؒ کی نصیحت: "قَالَ رَجُلٌ لِزُهَيْرِ بْنِ نُعَيْمٍ !يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ تُوْصِي بِشَيْءٍ قَالَ :نَعَمْ اِحْذَرْ اَنْ يَّأْخُذَكَ اللّٰهُ وَ اَنْتَ عَلٰى غَفْلَةٍ" [1]

"ایک آدمی نے زہیر بن نعیمؒ سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! آپ مجھے کسی چیز کی وصیت کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں تم حالتِ غفلت میں اللہ کی پکڑ سے بچو۔"

دوسری صورت:

دنیا سے غفلت لیکن آخرت کے لیے بیداری

غفلت کی یہ صورت پسندیدہ اور مطلوب ہے لیکن جب تک مبالغہ نہ پایا جائے یعنی بالکل دنیا سے غافل ہو جانا کہ اس پر عائد ہونے والے حقوق میں کوتاہی کرنی شروع کر دے اور صرف ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہے تو یہ مذموم اور ناپسند ہے بلکہ ہر حق والے کو اس کا حق دینا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ

---

[1] - صفة الصفوة، ٤/٩.

لَهَا:مَاشَأنُكِ؟ قَالَتْ:اَخُوْكَ اَبُوالدَّرْدَاءِ لَيسَ لَهُ حَاجَةٌ فَجَاءَ اَبُوْدَرْدَاءِ فَصنَعَ لَهُ طَعَامًا فقَالَ لَهُ كُلْ،قَالَ:فَاِنِّي صَائِمٌ قَالَ: مَاآنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَأْكُلَ قَالَ:فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ قَالَ :نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ فَقَالَ :نَمْ ،فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِاللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ :قُمِ الْآنَ،فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ :اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ :صَدَقَ سَلْمَانُ" ۔

صحیح البخاری ،الصوم ، باب من اقسم علی اخیه لیفطر ..... رقم الحدیث:۱۹۶۸۔

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے مابین بھائی چارہ قائم کر دیا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو انتہائی پراگندہ حالت میں دیکھا۔انہوں نے ان سے دریافت کیا :تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں کہ تمہارے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو (میری) کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے ، انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا، پھر حضرت سلمان سے کہا: تم کھاؤ میں تو روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا بالآخر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کھانا تناول کیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: سو جاؤ، چنانچہ وہ سو گئے ۔تھوڑی دیر بعد پھر اٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سوئے رہو۔ جب آخر شب ہوئی تو حضرت سلمان

رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اٹھو، چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی، پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا: بے شک تم پر تمہارے رب کا بھی حق ہے، تمہاری جان اور تمہاری اہلیہ کا بھی حق ہے لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے یہ سب معاملہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔"

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر انسان عبادات اور معاملات میں میانہ روی سے کام لے اور اپنے اوپر عائد ہونے والی تمام ذمہ داریاں اور حقوق کو بجا لائے اور پھر دنیا کے پیچ وتاب سے، اس کی باریکیوں سے تغافل برتے تو یہ فعل محمود اور پسندیدہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

"اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْيَاكُمْ"

صحیح مسلم، الفضائل، باب وجوب امتثال ماقاله شرعادون ما ذكره من معايش الدنيا... رقم الحديث:٦١٢٨.

تم اپنی دنیا کے معاملے کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔

یعنی ہر شخص دنیا سے اتنا تعلق رکھے جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو ورنہ دنیا محض دھوکے کا سامان ہے۔

تیسری صورت:

دنیا کے لیے بیداری اور آخرت سے غفلت

یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرح مذموم اور ناپسندیدہ ہے اور ایسے لوگوں کی رب تعالیٰ نے مذمت بیان کی ہے جو صرف دینا کے بیٹے بن جائیں انکا ہم، غم، فکر، سوچ، تفکر و تدبر اور سمجھ داری و ہوشیاری صرف دنیا کے لیے ہو۔ دنیا کے لیے بڑی عقل چلتی ہے لیکن آخرت کے بارے میں صفر ہوں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾
(الروم : ۳۰،آیت :۷)

"وہ دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے تو بالکل غافل ہیں۔"

اسی طرح وہ شخص جس کا مطمع نظر صرف دنیا ہو اور وہ رب تعالیٰ سے صرف دنیا ہی مانگے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ﴾ (یونس ۱۰:آیت ۷)

"بے شک جولوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگانی کے ساتھ راضی ہو گئے اور اسی (دنیوی زندگی) کے ساتھ مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔"

آخرت کے انکاری اور دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھنے والے اور دنیوی زندگی پر مطمئن ہونے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ غافل ہیں اور غفلت پر زندگی گزار رہے ہیں لہٰذا یہ آیت غفلت کی تیسری قسم پر واضح دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ (البقرة:۲، آیت : ۲۰۰)

"پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔"

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ﴾

(الشوریٰ:۴۲ :آیت ۲۰)

"جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات کو واضح کرتا ہے کہ آخرت کے چاہنے والے کو بہت کچھ دیا جائے گا اور جو صرف دنیا چاہتا ہے، اس کو ساری دنیا نہیں بلکہ اس میں سے کچھ دے کر راضی کر دیا جائے گا اور آخرت میں ایسے شخص کے لیے کچھ نہیں۔ لہٰذا دنیا مانگنے والے کو پوری دنیا پھر بھی نہیں ملے گی۔ اس مسئلے کی مزید وضاحت میں اللہ تعالیٰ کا تیسرا فرمان ملاحظہ فرمائیں!

﴿مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا﴾﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا﴾

(الاسراء:۱۷، آیت:۱۸تا۱۹)

"جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس (دنیا) میں جو چاہیں گے جسے چاہیں گے جلدی دے دیں گے۔ پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے اس میں داخل ہوگا مذمت زدہ، دھتکارہ ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس (آخرت) کے لیے کوشش کی جو اس (آخرت) کے لائق کوشش ہے۔ اور وہ مومن ہوا تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔"

ثل شاہد: ان دو آیات میں جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ دنیا کا ارادہ رکھنے والا دنیا کو پائے گا مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جس کے لیے وہ چاہے گا یعنی مذکورہ آیت میں دو الفاظ ہیں ایک "ما نشاء" اور دوسرا لفظ "لمن نرید" جس نے دنیا مانگی اور دنیا کو چاہا تو اسے اللہ تعالیٰ اس کی منشاء کے مطابق نہیں بلکہ اپنی منشاء کے مطابق دیں گے اور دوسرا یہ کہ ہر دنیا مانگنے والے کو دنیا نہیں دی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں اور دوسری آیت میں جس نے آخرت چاہی اور اسی کے لیے کوشش کرتا رہا اس کو آخرت ملے گی بشرطیکہ وہ مومن ہوا۔ لہٰذا مشرک، کافر اور اعتقادی منافق کی کوشش رائیگاں اور بے کار ہے۔ **العیاذ باللہ**۔

اس لیے آخرت سے غفلت کسی صورت بھی قابل ستائش نہیں لہٰذا مومن کے لیے مقصود آخرت اور رب کی رضا ہونی چاہیے۔

زندگی اور شمع:

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو زندگی اور جلنے والی شمع کا آپس میں بڑا گہرا تناسب ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مشابہت رکھتے ہیں۔ جیسے ہر گزرنے والا لمحہ شمع کو کم کر رہا ہے اور اس میں کمی تسلسل سے واقع ہو رہی ہے۔ بعینہ انسان کی زندگی بھی اب جلنے والی شمع کی طرح ہے، جسے ہر گزرنے والا لمحہ کم کر رہا ہے، دارِ دنیا سے دور اور آخرت کے قریب کر رہا ہے۔ زندگی اور شمع میں میری سمجھ کے مطابق تناسب کچھ اس طرح سے ہے، ملاحظہ فرمائیں!

1 معصیت اور نافرمانی میں گزرنے والی زندگی = دن کو جلنے والی شمع کی طرح ہے۔

2 غفلت اور لہو ولعب میں گزرنے والی زندگی = رات کو ٹیوب لائٹ روشن ہونے کے

باوجود جلنے والی شمع کی طرح ہے۔

3 نیکی اوراطاعت میں گزرنے والی زندگی = اس شمع کی طرح جوراتوں کوبجلی نہ ہونے کی صورت میں اندھیرے میں جلائی جائے۔

اول صورت:

جس طرح کوئی شخص دن چڑھے شمع روشن کر کے بیٹھ جائے تو اسے کوئی بھی سمجھ دار او دانانہیں کہے گا بلکہ یہ فعل اس کی حماقت کا منہ بولتا ثبوت ہے اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو اپنارب مانے اوراس کی نافرمانی کرے اور شیطان کو دشمن مانے اوراس کی پیروی کرے اور عمر کے قیمتی لمحات برائی کی روش پر گزاردے تو جیسے وہ شمع بےکار جل رہی ہے ایسے ہی اس شخص کی زندگی بھی بےکار گزر رہی ہے۔

دوم صورت:

اسی طرح جو شخص ٹیوب لائٹ (بجلی) موجود ہونے کی صورت میں ،روشنی ہونے کے باوجود، شمع روشن کرے تو وہ شخص جیسے شمع کو اس کے مقصد سے ہٹ کر ضائع کر رہا ہے اسی طرح لہو ولعب میں زندگی بسر کرنے والا زندگی کو اس کے مقصد سے ہٹ کر فضولیات میں ضائع کر رہا ہے۔

سوم صورت:

جس طرح اندھیرے کو ہٹانے کے لیے کوئی شخص بجلی نہ ہونے کی صورت میں شمع روشن کرتا ہے تو اس شمع سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں لہٰذا اس شمع کا جلنا کارآمد ثابت ہوا۔ اسی طرح اطاعت میں زندگی گزارنے والے کو اس کی نیکی کا خود بھی فائدہ ہوگا اور لوگ بھی اس کی نیکی سے فائدہ اٹھائیں گے اوراس جہان میں وہ نیکی رحمت وبرکت کے نزول کا سبب بنے گی۔

باب اول:

اہمیت وقت قرآن کی روشنی میں

جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور معصیت میں زندگی گزار دی اس پر دو وقت ایسے ضرور آئیں گیں جن میں وہ اپنی سابقہ زندگی پر ندامت اور افسوس کا اظہار کرے گا اور دوبارہ وقت مانگے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش اسے مہلت دی جائے لیکن اس وقت ندامت اور افسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی کو مہلت دی جائے گی۔

وہ دو وقت درج ذیل ہیں:

1۔ مرتے وقت

جب موت کا وقت آئے گا اور انسان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹیں گے تو اس وقت وہ مہلت مانگے گا اور حسرت کرے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾﴿وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ (المنافقون:٦٣،آیت:١٠)

"اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد، اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک مہلت کیوں نہیں دی کہ میں صدقہ کر لیتا اور ہو جاتا نیک

لوگوں میں سے۔"

جب بندۂ غافل مہلت مانگے اور نیک ہونے کا عزم بالجزم کرے گا تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے دوٹوک جواب دیا جائے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔:

﴿وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفساً إِذَا جَاء أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعمَلُونَ﴾

(المنافقون:٦٣،آیت:١١)

"اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔"

2 ۔ جہنم میں

دوسری وہ گھڑی جس میں انسان اپنی عمر پر ندامت اور افسوس کرے گا، وہ آخرت ہے۔ یعنی جب انسان کو اس کے اعمال کی جزا دے دی جائے گی اہلِ جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہلِ جہنم جہنم میں تو اس وقت جہنمی لوگ دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کی تمنا کریں گے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴾ ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾

(سورہ فاطر: ۳۵،آیت: ۳۶تا ۳۷)

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہلکا ہی کیا جائے گا، ہم ہر ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور وہ اس (جہنم) میں چلّائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال

لے، ہم نیک عمل کریں گے، ان (اعمال) کے علاوہ جو ہم کیا کرتے تھے (دنیا میں)۔"

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبے کا جواب آیت کے آخری الفاظ سے دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾

"کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جو (شخص) اس میں نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

لہٰذا ان کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہے گا کیوں کہ ان کو عمر دی گئی، وقت دیا گیا لیکن انہوں نے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔

تیسرا مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾ (الاعراف: ۷، آیت: ۲۰۵)

"اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے صبح و شام یاد کر اور بلند آواز کے بغیر زبان سے بھی اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں محل استدلال آیت کا آخری حصہ ہے " ولا تکن من الغافلین " کیونکہ غفلت وہ پہلا جرم ہے جس سے دوسرے جرائم جنم لیتے ہیں اور اپنے معاملات میں غفلت کا شکار وہی ہوتا ہے جو اپنے دل و دماغ سے وقت کی اہمیت کھو بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اپنے وقت کا احساس ہو تو وہ عبادات اور معاملات میں ہوشیاری سے کام لے

اور یاد رہے کہ غافل دل پر شیطان جلدی حملہ کرتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾

(الزخرف :٤٣،آیت :٣٦)

"اور جو رحمٰن کے ذکر سے غفلت برتے تو ہم اس کے لیے شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ہم نشین ہو جاتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہے اور زندگی کے لمحات ضائع نہ کرے اور غفلت سے اجتناب کرے۔

چوتھا مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ (البقرة:٢،آیت ٩٦)

"ان میں سے ہر کوئی چاہتا ہے کاش! اسے ہزار سال عمر دی جائے، حالانکہ یہ بات (عمر دیا جانا) اسے عذاب سے بچانے والی نہیں کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔"

یہ آیت بظاہر تو یہود کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اپنے عموم کے اعتبار سے آیت مبارکہ کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے باغی اور نافرمان لوگوں کے بارے میں خبر دی کہ وہ مزید لمبی عمر دیے جانے کے بڑے حریص ہیں لیکن جو عمر اللہ کی نافرمانی اور گناہوں میں بیت گئی وہ عمر نجات کا سبب نہیں بن سکتی بلکہ وبال جان ہے۔

محل شاہد:

اس آیت سے بات اشارۃ سمجھی جارہی ہے کہ عمر کا لمبا ہونا کامیابی کی ضمانت نہیں بلکہ عمر کو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کھپا دینا کامیابی ہے اور اگر لمبی زندگی ملی لیکن معصیت اور نافرمانی میں صرف ہوگئی تو وہ ناکام ہی ہے اس لیے اپنی زندگی کی قدر کرنی چاہیے اور اس کو لہو ولعب اور فضول کاموں میں گزارنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاکہ اللہ کے ہاں سرخروئی حاصل ہو۔

پانچواں مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴾﴿ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا﴾(المومنون : ۲۳، آیت : ۱۰۰)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو تاکہ میں (دنیا میں) جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں، ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں ایک ایسے نافرمان کی بات ذکر کی گئی ہے جس نے اپنی زندگی کی قدر ومنزلت کو نہ سمجھا اور نہ اس قیمتی امانت کا حق ادا کیا بلکہ اپنی زندگی کو خالق ومالک کی نافرمانی میں اور غیر ضروری کاموں میں صرف کر دیا حتی کہ جب موت کی آغوش میں جا پہنچا تو اس وقت لَیتَ وَلَعَلَّ کی گردانیں پڑھنے لگا کہ کاش مجھے واپس بھیج دیا جائے اور میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمالوں لیکن "اب پچھتائے کیا حوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔

آپ کے جاننے والوں میں کتنے ایسے ساتھی ہیں کہ جب انہیں اللہ کی فرمانبرداری کا، نماز کا کہا جاتا ہے تو آگے سے بڑے اطمینان سے کہہ دیتے ہیں کہ میں بہت مصروف (busy) ہوں۔ لیکن ایسے ساتھی ذرا سوچیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہیں ہماری مصروفیت ہمیں قریب المرگ اس کلمے کو کہنے پر مجبور کر دے۔ **العياذ بالله**

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس منظر کے بارے میں سورۃ التکاثر میں بڑے واضح انداز میں فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿﴾ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ (التکاثر:۱۰۲، آیت:۱ تا ۴)

"تمہیں باہم کثرت خواہش نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم قبرستان میں جا پہنچے، ہرگز نہیں تم جلدی جان لو گے، پھر ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔"

چھٹا مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾

(المومنون:۲۳، آیت ۱۱۵)

"تو کیا تم نے سمجھ لیا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت مبارکہ میں نص کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا گیا بلکہ تمہاری تخلیق کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد اللہ کی عبادت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی کے تمام پہلوؤں کو گزارا جائے تا کہ ہماری خوشیاں

ہمارے غم، ہماری تجارت اور ہمارے معاملات سب عبادت بن جائیں۔لیکن جو شخص اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے گویا کہ اس نے اپنی زندگی کے مقصد کو نہیں سمجھا بلکہ بے مقصد زندگی گزار رہا ہے جس میں اس کے لیے ناکامی اور نامرادی ہے۔اس آیت کے دوسرے حصہ میں ایمان بالآخرت کی طرف رغبت دی گئی ہے۔کیوں کہ آخرت پر ایمان یہ بھی ان اسباب میں سے ہے جس سے انسان کو اپنی زندگی کے لمحات کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارنے کی ترغیب وتشویق پیدا ہوتی ہے اور مسلمان اپنے وقت کا احساس کرتا ہے۔سلف صالحین ایسے شخص کو انتہائی ناپسند سمجھتے جو فارغ رہے، نہ دینی امور میں مصروف ہو اور نہ ہی دنیوی امور میں کیونکہ ایسی صورت میں وقت فراغت کی نعمت انسان کیلئے نعمت کی بجائے نقمت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ضرب المثل ہے۔

"اَلْفَرَاغُ لِلرِجَالِ غَفْلَةٌ وَ لِلنِّسَاءِ غِلْمَةٌ"

"فراغت مردوں کے لیے غفلت اور عورتوں کے لیے شہوت کا زیادہ ہونا ہے"۔

اسی لیے بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہونے کا بڑا سبب اس کا کام کاج سے فارغ رہنا ہی تھا۔ واللہ اعلم

ساتواں مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا﴾

(النحل:١٦،آیت:٩٢)

"اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔"

اس آیت کے مفہوم مخالف سے یہ بات سمجھی جارہی ہے کہ اپنی محنت کو ضائع مت کرو اور محنت ایسے کاموں میں کرو جو بعد میں فائدہ مند ثابت ہوں کیوں کہ جس شخص نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات لہو ولعب اور آنے جانے کے مشاغل اور بے کار کاموں میں صرف کر دیے اس کی مثال اس عورت جیسی ہے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا اور جب بنا کر فارغ ہوئی تو اس کو بے فائدہ اور بے سود جان کر توڑ ڈالا۔ لہٰذا زندگی کو غنیمت سمجھو اور اس کو ایسے امور میں صرف مت کرو جو دنیا یا آخرت میں فائدہ نہ پہنچائیں تا کہ کی ہوئی محنت ضائع نہ ہو۔

آٹھواں مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ۝وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الانشرح ۹۴:آیت ۷-۸)

چنانچہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجیے اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کیجیے۔

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے جبکہ آپ علیہ السلام کی امت کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ فراغت لمحات میں فارغ نہ رہیں بلکہ محنت کریں کیونکہ فارغ انسان درحقیقت فارغ نہیں ہوتا بلکہ یا تو خیر میں مصروف ہوگا یا شر میں تو بہتر اس کے لیے یہی ہے کہ وہ فراغت کو غنیمت سمجھے اور وقت کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے جیسے فرمایا: "وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ" کہ اپنے رب کے طرف رغبت کرو۔

امام قاضی شریح رحمہ اللہ عید کے دن گھر سے نکلے تو کچھ لوگوں کو کھیلتے ہوئے پایا تو فرمانے لگے:

مَالَکُمْ تَلْعَبُوْنَ؟

تم کیوں کھیل رہے ہو؟

تو انہوں نے آگے سے جواب دیا:

اِنَّا تفرَّغنا!

"ہم فارغ ہیں"

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَوَ بِھٰذَا اُمِرَ الْفَارِغُ، وَتَلَا قَوْلَهٗ تَعَالٰی: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾۔[1]

کیا فارغ آدمی کو یہ حکم دیا گیا ہے؟ اور قرآن کی یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾﴿وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾

لہٰذا فراغت کے لمحات میں اللہ رب العزۃ سے اپنے تعلقات کو مضبوط کرنا چاہیے کیونکہ اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی سے رحم و کرم کی امید ہے امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور گفتگو کرنے لگا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟

اس آدمی نے کہا: 60 سال

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: تم 60 سال سے اپنے رب کی طرف بڑھ رہے ہو، ایک دن تم نے اس تک پہنچ جانا ہے تو اس آدمی نے حیران ہو کر کہا: انا لله و انا اليه راجعون۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم اس کلمے کا مطلب جانتے ہو؟" کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔" تو جس نے یہ جان لیا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کی طرف

---

[1] حلية الاولياء: ٤ / ١٣٤ .

لوٹنے والا ہے، تو اس کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اس نے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور جس نے یہ جان لیا کہ اس نے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے وہ یہ بھی جان لے کہ اس سے سوال کیا جائیگا اور جس نے یہ جان لیا کہ اس سے سوال کیا جائے گا تو وہ سوال کے جواب کی تیاری کرے۔

وہ آدمی کہنے لگا: جناب پھر بچنے کا راستہ کیا ہے؟

تو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ جواب تو آسان ہی ہے۔

آدمی نے پوچھا: وہ کیسے؟

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جو باقی ماندہ زندگی ہے اس میں نیکیاں کماؤ تو جو زندگی گزر گئی، اللہ وہ معاف فرمادے گا۔ اور اگر باقی ماندہ زندگی میں بھی گناہ کرو گے تو سابقہ زندگی اور باقی ماندہ زندگی، دونوں پر پکڑ ہوگی۔ [1]

اللہ ہمیں بھی ایسی فکر نصیب فرمائے اور اپنی باقی ماندہ زندگی کی فکر کرنے اور اطاعت میں گزارنے کی توفیق دے۔

نوواں مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

"زمانہ کی قسم! یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔"

---

[1] - اين نحن من هولاء: ٢/ ٢٦ -

سورت کے ابتدائی حصہ میں انسانیت کے خسارے میں ہونے کی خبر دی گئی ہے اور اس خسارے کی وضاحت امام بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں: أي ذَهَابُ رَأْسِ مَالِ الإنْسَانِ فِي هَلَاكِ نَفْسِهِ وَعُمُرِهِ بِالْمَعَاصِي " [1]

"انسان کے اصل مال کا ضائع ہونا، اس کی ذات اور عمر کا گناہوں میں گزر جانے سے ہے۔"

گویا جس نے اپنی زندگی کی قدر نہ کی اور اسے نافرمانیوں میں اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں گزار دیا درحقیقت وہ خسارے میں ہے۔

بعض سلف سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے سورہ عصر کی تفسیر ایک برف بیچنے والے سے سمجھی جو یہ بات کہ رہا تھا: اِرْحَمُوْا عَلٰی مَنْ رَأسُ مَالِهٖ يَذُوْبُ [2]

"لوگو: اس شخص پر رحم کرو جس کا اصل مال ہی پگھل رہا ہے۔"

لہٰذا زندگی برف کی طرح پگھلتی جا رہی ہے ہر آنے والا لمحہ ہمیں دنیا سے دور اور آخرت کے قریب کر رہا ہے اس لیے ہر وہ شخص جو نیکیوں سے دور ہے وہ خسارے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے متعلق امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يَا ابْنَ آدَمَ ،اِنَّمَا اَنْتَ اَيَّامٌ مَجْمُوعَةٌ ،كُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ"

"اے آدم کے بیٹے: تم صرف دنوں کا ایک مجموعہ ہو جب بھی ایک دن گزرا (سمجھو) تمہارا کچھ حصہ چلا گیا۔"

گویا زندگی پگھل رہی ہے اور دنوں کے گزرنے سے انسان موت کے قریب ہو رہا ہے۔

---

[1] تفسير بغوى، ٤/ ٦٧٩۔ [2] جامع البيان، تفسير سورة العصر۔

دسواں مقام:

وقت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار ہا مقام پر وقت اور اس کے مختلف اجزاء کا ذکر کیا ہے لیکن یہ تذکرہ مختلف مقامات پر مختلف حیثیت سے ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

۞ بطور نعمت عظمیٰ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَار ۞ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا﴾ (ابراهيم: ١٤، آيت: ٣٣تا٣٤)

"اور اس نے تابع کر دیا تمہارے لیے سورج اور چاند اس حال میں کہ وہ برابر چل رہے ہیں اور اس نے تابع کر دیا تمہارے لیے رات اور دن کو اور تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جس کا تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتیں تو تم انہیں گن نہیں سکو گے۔ "

۞ بطور نعمت اور شکر گزاری:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوراً﴾ (الفرقان: ٢٥، آيت: ٦٢)

اور وہی ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس (شخص) کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر کرنا چاہے،

بطور قسم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ۞ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى﴾

رات کی قسم جب وہ چھا جائے اور دن کی قسم جب وہ روشن ہو۔

اور فرمایا:

﴿وَالْفَجْرِ ۞ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم۔

اور فرمایا:

﴿وَالضُّحَى ۞ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى﴾

دھوپ چڑھنے کی قسم اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔

اور فرمایا:

﴿وَالْعَصْرِ ۞ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾

زمانے کی قسم کہ یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے

وقت کے ان اجزاء کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے وقت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔

گیارہواں مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورۃ القصص: ۲۸ آیت: ۷۷)

اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت برپا کر، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الزہد میں اس جملے کے متعلق امام منصور رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے " وَلَاتَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا " فرماتے ہیں:

لَيْسَ هُوَعَرَضٌ مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا وَ لٰكِنْ نَصِيْبُكَ عُمُرُكَ اَنْ تُقَدِّمَ فِيْهِ لِاٰخِرَتِكَ [1]

اس سے مراد دنیا کے سامان میں سے کوئی سامان نہیں بلکہ تیرے نصیب سے مراد تیری عمر ہے جس میں تم اپنی آخرت کے لیے اعمال (سامان) آگے بھیجو۔

[1] - الزهد للامام احمدؒ ،ص:٢١٤۔

باب دوم:

اہمیت وقت احادیث کی روشنی میں

پہلی حدیث:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ :مِنْ حُسْنِ اِسلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیہِ۔

رواہ الترمذی،کتاب الزھد ،رقم الحدیث:۲۳۱۷،ابن ماجہ ،کتاب الفتن ،رقم الحدیث:۳۹۷۶۔

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی انسان کے اچھے اسلام کی نشانی بے فائدہ کاموں کو ترک کر دینا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان دین کے ان بنیادی احکامات میں سے ہے جن پر دین کے بہت سے معاملات کا انحصار ہے، خواہ ان معاملات کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا جتماعی سے، ازدواجی زندگی سے ہو یا اقتصادی سے ہر وہ چیز جو بے فائدہ، بے کار اور بے مقصد ہے اسلام اس کو چھوڑنے کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی کا ایک مقصد ہے اور ہر چیز بے مقصد ہو مسلمان اس سے اجتناب کرتا ہے۔ کیونکہ مسلمان ہی اپنے آپ کو ایک ایسے مسافر کی مانند سمجھتا ہے جو اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس منزل تک پہنچنے میں کھپا دیتا ہے۔ راستے میں آنے والے دلکش مناظر، عمدہ آرام گاہیں اسے اسکی منزل سے غافل نہیں کرتیں بلکہ شیطانی بہکاوے، لہو ولعب کی مصروفیت اور دیگر بے کار امور سے وہ دامن بچا کر منہ موڑ کر بڑے عزم اور جزم کے ساتھ محو سفر رہتا ہے۔ حالات و واقعات کے اتار چڑھاؤ اور زیست کے نشیب وفراز بھی اس کے ارادوں کی

پختگی اور رفتار کی سرعت اور اس کے تسلسل میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کر پاتے۔

بلکہ مسلمان ہر لایعنی قول ہو یا فعل، لایعنی دوست ہو یا مجلس، سب کو چھوڑ کر اپنے ہدف کی طرف بڑھتا اور محنت کرتا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس کو پایا لیکن ان میں سے ہر شخص قرآن کی تلاوت، ذکر الٰہی یا ایسی بات جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو، اس کے علاوہ ہر قسم کی گفتگو کو لغو سمجھتے تھے۔

اللہ رب العزت نے قرآن میں فلاح پانے والے لوگوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ لغو (بے فائدہ) قول وفعل سے اجتناب کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ (المومنون: ۲۳، آیت: ۳)

اور وہ لوگ جو بے کار کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔

لہٰذا جس نے اپنی زندگی کو لغو بات اور بے کار کاموں میں کھپا دیا وہ ناکام ہونے والا ہے، کیونکہ اس نے وقت کو ضائع کر لیا بلکہ وقت کی ناقدری کی اور اپنی تخلیق کے مقصد کو نہ سمجھا۔

اس لیے اے بندۂ مومن! اپنے رب کی طرف بڑھو اور اپنی منزل جنت کی طرف محنت کرو اور اس راستے میں آنیوالے مصائب، آفات پر صبر کرو کیونکہ منزل دور ہے، راستہ کٹھن ہے زادِ راہ قلیل ہے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ پرہیزگاری ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فَالنَّاسُ مُنْذُ خُلِقُوْا لَمْ يَزَالُوْا مُسَافِرِيْنَ وَلَيْسَ لَهُمْ حَطٌّ عَنْ رِحَالِهِمْ اِلَّا فِيْ جَنَّةٍ اَوْنَارٍ" [1]

---

[1] الفوائد لابن القیمؒ، ص: ۲۴۵۔

"لوگ جب سے پیدا ہوئے ہیں، حالت سفر میں ہیں اور اپنی سواریوں سے یا تو جنت میں اتریں گے یا جہنم میں۔"

اس لیے اپنی زندگی کی قدر کیجیے اور لغو کاموں سے اجتناب کیجیے اور اپنی منزل کو پہچانیے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ عَلَامَةِ إِعْرَاضِ اللّٰهِ عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَجْعَلَ شُغْلَهُ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ خِذْلَانًا مِّنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ " [1]

"اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے اعراض کرنے کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ اسے ذلیل کرنے کے لیے بے کار اور لایعنی کاموں میں مصروف کردے۔"

دوسری حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ۔

صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ، رقم الحدیث: ٦٤١٢، الترمذی، کتاب الزهد، باب الصحة والفراغ نعمتان، رقم الحدیث: ٢٣٠٤ وابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحکمة، رقم الحدیث: ٤١٧٠۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان میں دھوکے کا شکار ہیں: صحت اور فراغت۔

عربی زبان میں لفظ " غَبَنٌ " کا اطلاق درحقیقت تجارت اور مالی معاملات میں

---

[1] - جامع العلوم و الحکم، ص: ١٣٩۔

ہوتا ہے لیکن یہاں ان دونعمتوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کی زندگی میں یہ دونعمتیں اس کے لیے اصل مال (رأس المال) کے مترادف ہیں کہ جس طرح اصل مال میں انسان نقصان اٹھاتا ہے اسی طرح جس نے اپنے قیمتی متاع وقت کو، فراغت کے لمحات کو ضائع کر لیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے لہٰذا یہاں مکلّف کو تاجر کے ساتھ اور صحت وفراغت کو رأس المال (اصل مال) سے تشبیہ دی گئی ہے۔

تو جس نے صحت وفراغت کو غنیمت جان کر ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اللہ کی اطاعت میں صرف کر دیا وہ کامیاب تاجر کی مانند ہے اور جس نے ان دونوں کو دنیا کی رنگ رلیوں اور بے کار کاموں میں صرف کر دیا، وہ خسارہ پانے والے تاجر کی مثل ہے۔

ایک شاعر نے خوب کہا ہے:

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو تھوڑی ہے مہلت

تیسری حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ: "اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ،

وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ"

مستدرک حاکم، رقم الحدیث:۷۸٤٦ والبیهقی فی شعب الایمان، رقم الحدیث:۹۷٦۷، صحیح الجامع الصغیر للالبانی، رقم الحدیث:۱۰۷۷، صحیح الترغیب و الترهیب، رقم الحدیث:۳۳۵۵.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: اپنی زندگی کو موت سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اور اپنی فراغت کو مصروفیت سے پہلے، اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تونگری (مال داری) کو محتاجی سے پہلے۔

اس فرمان نبوی ﷺ میں وہ بنیادی پانچ چیزیں بیان کی گئی ہیں، جن پر ایک کامیاب زندگی کا انحصار ہے۔ اگر ان میں سے ایک نعمت بھی چھن جائے تو باقی اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ قیمتی پہلی نعمت ہے یعنی انسان کی زندگی کیونکہ باقی سب چھن جانے کے بعد دوبارہ پالینے کی امید ہوتی ہے لیکن زندگی کے لمحات، انسان کو ملا ہوا وقت، وہ دوبارہ نہیں مل سکتا۔ تو جب ہر نعمت کا انحصار انسان کی زندگی اور دی ہوئی عمر پر ہے تو پھر اسے چاہیے کہ اس کی قدر کرے اس کو فضولیات میں صرف کرنے سے گریز کرے۔

لہٰذا ان نعمتوں کو یعنی زندگی، جوانی، صحت، فراغت اور مالداری کو اللہ کی اطاعت میں صرف کریں اور شیطان کی پیروی اور برائی میں صرف کرنے سے اجتناب کریں کیونکہ سلف سے منقول ہے:

كُلُّ نِعْمَةٍ لَا تُزِيْدُكَ اِلَّا فِي الْمَعْصِيَةِ فَهِيَ نِقْمَةٌ وَلَيْسَتْ بِنِعْمَةٍ

"ہر وہ نعمت جو تمہیں اللہ کی نافرمانی میں زیادہ کرے وہ نعمت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقامی کاروائی ہے۔"

چوتھی حدیث:

عَنْ اَبِي بَرْزَةَ الْاَسْلَمِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَزُوْلُ قَدَمَاعَبْدٍيَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ ،وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ ،وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ۔

جامع الترمذی ،کتاب صفة القيامة ، باب القيامة ،رقم الحديث :٢٤١٧،وصحيح الجامع الصغير للالبانی :٧٣٠٠،والسلسلة الصحيحة :٩٤٦۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" کسی بندے کے قدم قیامت والے دن حرکت نہیں کر سکیں گے یہاں تک کہ اس سے سوال نہ کیا جائے اسکی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو کھپایا؟ اس کے علم کے بارے میں کہ کیا عمل کیا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کے جسم کے بارے میں کہ کہاں اس کو فنا کیا؟"

اس حدیث میں عظیم نعمتوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے اب ہر شخص چند لمحے غور و فکر کرے اور اطمینان سے سوچے کہ میں نے ان سوالوں کے بارے میں کیا جواب تیار کیا ہے؟ ہماری حالت تو یہ کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ایک دن کے بارے اپنے استاد یا والدین کو جواب دہ نہیں ہو سکتا جبکہ بہت سی باتیں اور بہت سے افعال ہم ان سے پوشیدہ رکھ سکتے ہیں۔ ذرا سوچیے پوری زندگی کے بارے کیسے جوابدہ ہوں گے اور پھر اس ذات کے سامنے جس نے اپنے بارے میں خود ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴾

(آل عمران ۳:آیت ۵)

"بے شک اللہ وہ ہے جس پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔"

کہ اس ذات پر کوئی چیز مخفی نہیں لہٰذا ہم اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی فکر کریں اور رب تعالیٰ کی اطاعت میں بسر کریں نہ کہ اپنی زندگی کو بے مقصد گزار دیں یا فراغت میں، اور نیکیاں کرنے کی بجائے گناہوں کی طرف نکل جائیں، اس لیے کہ فارغ دل شیطان کا مسکن ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ پُر خطر جب جوانی ہو صحت ہو، فراغت ہو اور مال بھی ہو جیسے ایک عربی شاعر ابوالعتاہیہ کہتا ہے:

اِنَّ الشَّبَابَ وَالْفَرَاغَ وَ الْجِدَّةَ

مَفْسَدَةٌ لِلْمَرْءِ اَیَّ مَفْسَدَة

"بے شک جوانی، فراغت اور تونگری کا اکٹھا ہونا آدمی کیلئے خرابی ہی خرابی ہے۔"

آج زندگی بے مقصد کاموں میں گزاری جا رہی ہے بے کار آنے جانے، بے کار مجلسوں، بے کار سوالات، بے کار معلومات کے حصول میں کہ کہاں کیا ہوا؟ فلان کدھر گیا؟ فلان کو کیا ہوا؟ فلان نے یہ کیا؟ فلان نے وہ کیا، اگر ہم پہلے عابد و زاہد لوگوں کے حالات پڑھیں تو ہمیں بڑا عجیب محسوس ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے جبکہ وقت کا احساس اور آخرت کی فکر انسان کو واقعتاً ہی ایسی حالت تک پہنچا دیتی ہے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا تو جب ان کے گھر میں داخل ہوا تو کہنے لگا حضرت آپکے مکان کی چھت کا ایک شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ فرمانے لگے: بھتیجے مجھے اس گھر میں

رہتے ہوئے بیس سال ہو چکے ہیں لیکن میں نے کبھی چھت کی طرف نہیں دیکھا۔ [1]

دنیادار، دنیا کے بیٹے جیسے ہی زندگی کا ایک سال بڑھتا ہے تو وہ سالگرہ مناتے اور خوش ہوتے ہیں جبکہ مومن اس کے برعکس سوچتا ہے کہ جو سال گزر گئے اتنی ہی عمر کم ہو گئی، جس دن کا سورج ڈوب گیا وہ دن زندگی میں سے کم ہو گیا جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

اِنَّا لَنَفْرَحُ بِالاَیَّامِ نَقْطَعُھَا

وَکُلُّ یَوْمٍ مَضَی یُدْنِی مِنَ الْاَجَلِ [2]

"ہم گزرے ہوئے دنوں پر خوش ہوتے ہیں جبکہ ہر گزرا ہوا دن ہمیں موت کے قریب کر رہا ہے۔"

پانچویں حدیث:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْه عن النبی ﷺ قَالَ: أَعْذَرَ اللّٰہُ اِلَی امْرِیءٍ اَخَّرَ اَجَلَه حَتّٰی بَلَّغَه سِتِّیْنَ سَنَۃً۔

صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة، رقم الحدیث: ٦٤١٩۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی سے عذر ختم کر دیا ہے جس کی موت کو مؤخر کر دیا، یہاں تک کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔"

یعنی جس شخص کو 60 سال عمر دی گئی اب اس کے لیے عذر کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ عمر کا وہ حصہ ہے کہ جب انسان کی عقل سے غفلت کے پردے ہٹ جاتے ہیں، گناہوں سے جی بھر جاتا ہے، خواہشات کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونے کی

---

[1] ۔ احیاء علوم الدین، ٤/٤٣٤ و این نحن من هولاء، ١٩/٢۔ [2] ۔ صفة الصفوة، ٣/٣٩٠۔

سوچ بڑھ جاتی ہے لیکن اگر اتنی عمر پا لینے کے باوجود وہ گناہوں پر مصر رہا گناہ پر گناہ کرتا چلا گیا اور آخرت کو بہتر نہ بنایا تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ زندگی کا یہ ساٹھ سالہ پیریڈ اس کے کامیاب ہونے کے لیے کافی تھا لیکن اگر دنیوی زندگی کی محبت، خواہشات نفسانی کا غلبہ اسی طرح برقرار رہا تو پھر ندامت ہی ندامت ہے خصوصاً جن حالات میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ہر طرف برائی کی کثرت، بے پردگی اور بدنظری کا فتنہ جس کی لپیٹ میں کنوارے تو دور کی بات بوڑھے اور شادی شدہ بھی مبتلاء ہیں جبکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ :قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَایُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَایَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ:شَیْخٌ زَانٍ،وَمَلِكٌ کَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ

صحیح مسلم ،کتاب الایمان،باب بیان غِلَظِ تحریم اسبال الازار ،رقم الحدیث :۲۹۶،سنن النسائی ، کتاب الزکاۃ،باب الفقیر المختال ،رقم الحدیث :۲۵۷۵۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین بندے ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا۔ نہ انہیں گناہ سے پاک کرے گا ، نہ رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: بوڑھا بدکار جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا غریب۔"

اس روایت میں ان تینوں کے پاس ایسے دوافع اور موانع پائے جاتے تھے کہ وہ اپنے اپنے گناہوں سے بچ سکیں یعنی بڑھاپے میں خواہشات کا غلبہ بھی نہیں تھا پھر بھی برائی کرے، بادشاہ سب اختیارات رکھتا تھا پھر جھوٹ بولے اور غریب فقیر آدمی کی غربت، فاقہ

اسے تکبر سے روک سکتا تھا۔

تو اس روایت سے پتا چلا کہ آدمی بوڑھا ہو جائے اور پھر بھی اپنے وقت کا احساس نہ کرے، اپنی موت کی فکر نہ کرے اور عمر بھر بھی گناہوں میں بسر کرے تو پھر اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا، اور اس کے مقدر میں بربادی ہی بربادی ہے۔ العیاذ باللہ

چھٹی حدیث:

" عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ ؟قَالَ :مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ "

جامع الترمذی ،کتاب الزھد ،باب ما جاء فی طول العمرہ للمؤمن ، رقم الحدیث : ۲۳۲۹ ، صحیح الجامع الصغیر :۳۲۹۶، مسند احمد،رقم الحدیث : ۱۷۶۸۰۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے جس میں مزید الفاظ یہ ہیں " وَ اَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ :مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ " کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے برا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔

اس روایت کا مفہوم اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی کی قدر کی اور عمر کے دیے ہوئے اس وقت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، نیک اعمال میں صرف کیا، شریعت اسلامیہ کی رو سے لوگوں میں سے بہتر انسان ہے اور جس نے اپنی زندگی کے

قیمتی وقت کا احساس نہ کیا وہ شریعت اسلامیہ کی رو سے سب سے برا ہے۔ اسی لیے امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ وقت کو ضائع کرنا موت سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وقت کا ضیاع انسان کو اللہ تعالیٰ سے اور آخرت سے دور کر دیتا ہے جبکہ موت تو صرف انسان کو دنیا اور اہل دنیا سے دور کرتی ہے۔ [1]

انسان کی اصل زندگی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزر گئی، جو لمحات معصیت میں، نافرمانی میں گزرے وہ تو انسان پر وبال ہیں بلکہ نافرمانی کی زندگی سے بہتر تو موت ہے جس میں فرمانبردار کے لیے کوئی وبال نہیں ہے۔

اللہ کی بغاوت میں زندگی گزارنے والوں، دنیا میں عیش و عشرت سے رہنے والوں اور دنیا کی زندگی کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۞ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۞ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۞ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۞ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾ (الدخان ۴۴:آیت ۲۵ تا ۲۹)

"وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور عمدہ مقام اور خوش حالی جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے، اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث دوسرے لوگوں کو بنا دیا، پھر نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔"

دنیا داروں اور دنیا کے پجاریوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان سے دشمنی مول لی اور اپنی دنیا سنوارنے میں ہی لگے رہے تو پھر ان کا انجام یہی ہوا۔

---

[1] ۔ الفوائد لابن القیم، ص:٤٥.

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے ادب، قرأۃ اور فرائض کا علم ان سے سیکھا، میں جب بھی ان کی تلاش میں نکلتا یا تو ان کو بازار میں تجارت میں مشغول پاتا اگر وہاں نہ ملتے تو ان کے گھر کا رخ کرتا گھر میں یا تو نفل پڑھتے ہوئے پائے جاتے یا قرآن کی تلاوت میں مصروف اور اگر گھر میں بھی نہ ملتے تو پھر کوفہ کی مسجدوں میں تلاش کرتا تو کسی مسجد کے کونے میں بیٹھ کر ایسے روتے ہوئے پائے جاتے جیسے کوئی چور چھپ کر پکڑے جانے کے ڈر سے بیٹھا رو رہا ہو اور اگر مسجد میں بھی نہ ملتے تو کسی قبرستان میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے اور اپنے آپ کو مخاطب ہو کر یہ کہہ رہے ہوتے: " وَلَا أُؤَخِّرُ شُغْلَ الْيَوْمِ عَنْ كَسَلٍ

إِلٰى غَدٍ إِنَّ يَوْمَ الْعَاجِزِيْنَ غَدٌ " [1]

"میں آج کے کام کو سستی کی بنا پر کل کے لیے مؤخر نہیں کر سکتا کیونکہ یقیناً نکمے لوگوں کا دن، کل کا دن ہوتا ہے۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر قسم کی بھلائی کا مجموعہ تین چیزوں میں ہے:

1۔ اگر تم اپنا دن ایسے کام میں نہیں گزار سکتے جو تیرے حق میں ہے تو پھر ایسے کام میں بھی مت گزارو جو تیرے لیے وبال ہے۔

2۔ اگر تم نیک لوگوں کی صحبت نہیں اپناتے تو برے لوگوں کے پاس بھی مت بیٹھو۔

3۔ اگر اپنے مال کو اللہ کی رضا میں خرچ نہیں کر سکتے تو ایسے کاموں میں بھی مت خرچ کرو جس میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] ۔ صفة الصفوة، ۳/ ۱۲۵۔ [2] - الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص: ۲۹۰۔

اس لیے زندگی کے لمحات اگر اطاعت میں بسر نہیں کر سکتے تو معصیت میں بھی نہ گزارو اور معصیت کی بجائے غفلت میں وقت گزارنا بھی درحقیقت ایک نافرمانی ہی ہے۔

ساتویں حدیث:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَ مَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ، اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ"

الترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق: باب ۱۸، رقم الحدیث: ۲۴۵۰، و: والسلسلة الصحیحة: ۲۳۳۵، والحاکم فی المستدرک، رقم الحدیث: ۷۸۵۱.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے خوف محسوس کیا وہ رات کے پہلے پہر ہی سفر پر نکل پڑا اور جو رات کے پہلے پہر نکلا، وہ منزل تک پہنچ گیا، خبردار یقیناً اللہ کا سودا بڑا مہنگا ہے، خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔"

اس حدیث مبارک میں ایک مسافر کی مثال دی گئی ہے کہ جس مسافر کو اپنی منزل تک پہنچنے کی فکر ہوتی ہے وہ رات کے پہلے پہر اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے تاکہ وقت پر اپنی منزل تک جا پہنچے، اور حدیث کے دوسرے حصہ میں آخرت کی فکر دی گئی ہے اس لیے ایک مسلمان کو دنیا میں رہتے ہوئے ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے جسے ہر وقت اپنی منزل تک پہنچنے کی فکر اور چنتا رہتی ہے۔ وہ راہ میں آنے والے حسین و جمیل مناظر اور دیگر امور میں مصروف نہیں ہوتا، نہ ان سے جی لگاتا ہے بلکہ اپنی منزل کو ہی اپنے سامنے رکھتا ہے۔

تو گویا جس آدمی نے اپنی زندگی کی فکر کی، وقت کا احساس کیا وہ اس مسافر کی طرح ہے جو رات کو وقت پر نکلا، تاکہ صبح کی پو پھوٹتے ہی وہ اپنی منزل پر موجود ہو اور جس نے وقت کا احساس نہ کیا، لہو و لعب اور بے مقصد زندگی گزار دی وہ اس مسافر کی طرح ہے جس

نے اپنی منزل کی کوئی فکر نہ کی اور نہ وقت پر روانہ ہوا بلکہ منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی حوادثات کا شکار ہو گیا اور دنیا کے نشیب و فراز میں ایسا الجھا کہ منزل ہی کھو بیٹھا۔

اور جیسے دنیا کے کسی مقصد کو پانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں تو اللہ کا سودہ جو جنت ہے وہ پانا اتنا آسان نہیں اس کے لیے بھی بڑی دوڑ دھوپ کرنی ہوگی، مصائب و آلام پر صبر کرنا ہوگا، خواہشات نفسانی کی قربانی دینی ہوگی، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو دل و جان سے باخوشی قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہوگا، پھر وہ دارِ خلد کی بہاریں اور رعنائیاں حاصل کرے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب دنیا مومن کے لیے دار اقامت اور وطن نہیں ہے تو مومن کو چاہیے کہ وہ دو حالتوں میں سے ایک حالت میں ضرور ہو یا تو ایک اجنبی اور پردیسی کی طرح رہے جو کسی دوسرے ملک میں صرف اس فکر سے ہے کہ بس مال و دولت اکٹھی کروں اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤں یا پھر ایک ایسے مسافر کی طرح جو دن رات اپنے وطن کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ [1]

ایک شاعر کہتا ہے:

إِنَّمَا الدُّنْيَا إِلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ طَرِيقٌ

وَاللَّيَالِيُ مَتْجَرُ الْإِنْسَانِ وَالْأَيَّامُ سُوقٌ

"دنیا کی زندگی تو محض جنت اور جہنم کی طرف لے جانے کا ایک راستہ ہے اور راتیں انسان کا سامانِ تجارت اور دن بازار ہیں۔"

یعنی اے مسافر! اب تمہاری مرضی ہے کہ اس راستے میں تم کیسا سامان خریدتے ہو

---

[1] - جامع العلوم والحکم، ص: ٤٦٠۔

جنت کا یا جہنم کا، چاہے تو دن رات فرمانبرداری اور اطاعت میں گزار دو اور جنت کی منزل کو پالو یا چاہے تو نافرمانی اور معصیت کر کے جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالو۔ **العیاذ باللہ**

ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس وقت آپؓ گھر میں تھے گفتگو کے دوران آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا جناب: آپ کا سامان کدھر ہے؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ! ہمارا ایک اور گھر ہے جہاں ہم جانے والے ہیں۔ تو اس آدمی نے کہا کہ جب تک آپؓ ادھر ہیں اس وقت تک تو سامان ہونا چاہیے، تو آپؓ فرمانے لگے: اس گھر والے نے ہمیں یہاں زیادہ دیر رہنے نہیں دینا۔ [1]

یہ حالات تھے ان لوگوں کے جو اس امت کے سب سے افضل لوگ تھے۔ اللہ ہمیں بھی ایسی فکر نصیب فرمائے۔ آمین

آٹھویں حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِیْ فَقَالَ :كُنْ فِی الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُسَبِيْلٍ

صحیح البخاری ،کتاب الرقاق ،باب کن فی الدنیا ..... رقم الحدیث:٦٤١٦۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک اجنبی ہو یا راستے کو عبور کرنے والا۔"

اس فرمان نبوی ﷺ میں دو وصف بیان کیے گئے ہیں پہلا وصف اجنبی پردیسی کا اور دوسرا وصف راستے کو عبور کرنے والا،

" غریب "(اجنبی) اگر آپ نے زندگی میں بذات خود پردیس گزارا ہو تو آپ

---

[1] ۔ جامع العلوم والحکم ،ص : ٤٦٠۔

بخوبی واقف ہوں گے یا پھر کسی پردیسی سے پوچھیے کہ پردیس کی زندگی کیسے ہوتی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

- پردیس میں انسان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھتا ہے کہ میں یہاں مستقل نہیں رہنے والا۔
- پردیسی آدمی کے شب وروز اپنے دیس کی یاد میں گزرتے ہیں۔
- پردیسی آدمی اپنے لیے ہمیشہ صرف اتنی ہی اشیاء کا بندوبست کرتا ہے جس کے بغیر اس کا گزر بسر نہ ہو سکے۔
- پردیسی جو مال ودولت اکٹھی کرتا ہے اس غرض سے کہ جب میں اپنے دیس میں جاؤں تو اچھی اور خوشحال زندگی گزار سکوں۔
- پردیسی آدمی پردیس کے لوگوں اور مقامات ومکانات سے ہمیشہ کا جی نہیں لگاتا۔

اسی طرح ایک مومن کو چاہیے کہ وہ دنیا وآخرت کے اعتبار سے ان مذکورہ نکات کو اپنے سامنے رکھے اور دنیا کو دار فانی ہی سمجھے کہ یہ پردیس ہے اور جنت میرا اصل دیس ہے جہاں میں نے لوٹنا ہے۔

"**عابر سبیل**" یہاں نبی کریم ﷺ نے مسافر کا لفظ نہیں بولا بلکہ فرمایا: "راستے کو عبور کرنے والا" یعنی راہگیر یا راہ گزر کیونکہ مسافر حالت سفر میں دو چار دن کسی جگہ ٹھہر بھی جائے تو وہ مسافر ہی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جو راستے میں چل رہا ہو اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو کہیں ٹھہرا ہوا نہ ہو، ہر گھڑی ہر لمحہ وہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہو اسے "عابر سبیل" کہا جاتا ہے گویا کہ مسافر کی بجائے رسول اللہ ﷺ نے عابر سبیل کا

وصف بیان فرمایا جس میں زیادہ مبالغہ اور آخرت پر زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

کیا خوب کہا ہے:

ہر صبح سفر ہر شام سفر
اس زندگی کا ہے انجام سفر

ایک عربی شاعر یوں کہتا ہے:

نَزَلْنَا هٰهُنَا ثُمَّ ارْتَحَلْنَا
هٰكَذَا فِي الدُّنْيَا نُزُوْلٌ وَارْتِحَالٌ

"ہم یہاں کچھ دیر اترے پھر چل دیے، دنیا میں ایسے ہی کسی کا آنا ہے اور کسی کا جانا ہے۔"

نوویں حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا قَدْوَهٰى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ: مَا اَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذَالِكَ۔

سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی البناء، رقم الحدیث: ٥٢٣٦، جامع الترمذی: کتاب الزهد، باب ما جاء فی قصر الامل، رقم الحدیث: ٢٣٣٥، و اللفظ للترمذی، سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب فی البناء و الخراب، رقم الحدیث: ٤١٦٠۔

" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو اس وقت ہم اپنی جھونپڑی ٹھیک کر رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو؟ تو ہم نے کہا: بوسیدہ ہوگئی ہے ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ تو آپ

ﷺ نے فرمایا: میرے خیال میں معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی واقع ہونے والا ہے۔"

اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے ایک جائز ضرورت کو پورا کرنے میں یہی فکر دی کہ اپنی موت کو یاد رکھو اور معاملے میں غفلت سے بچو، زندگی انتہائی قیمتی ہے لہذا جب جائز ضرورتوں میں وقت کا احساس اور زندگی کی قدر کا حکم دیا گیا ہے تو جو شخص فضولیات میں زندگی کے لیل ونہار گزار رہا ہے اسے تو بالا ولی فکر کرنی چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے، کہیں یہ نہ ہو کہ مہلت ختم ہو جائے اور انسان موت کی آغوش میں آجائے پھر عمل کی گنجائش ختم ہو جائے گی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ :اَرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ مُقْبِلَۃً وَلِکُلٍّ وَاحِدٍمِنْھُمَا بَنُوْنَ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَافَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَلَاحِسَابَ وَغَدًاحِسَابٌ وَلَاعَمَلَ ۔ صحیح البخاری ،کتاب الرقاق ،باب فی الامل وطولہ ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ؛ دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے چاہنے والے ہیں پس تم آخرت کے چاہنے والے بنو، اور دنیا کے چاہنے والے نہ بنو۔ پس آج عمل ہے کوئی حساب نہیں اور کل حساب ہوگا اور کوئی عمل نہیں۔

لہٰذا وقت کا احساس کیا جائے اور ناجائز ضرورتوں کو پورا کرنے میں وقت صرف نہ کیا جائے بلکہ اپنے اسباب زندگی کو ہمیشہ مناسب رکھا جائے۔ آج ہر طرف روپے پیسے کے حصول کی جو دوڑ دھوپ ہو رہی ہے وہ صرف عیش وعشرت اور ضرورت سے بڑھ کر

آسائشوں اورتن آسانیوں کے حصول کے لیے ہے۔

دسویں حدیث:

عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اَعْمَارُاُمَّتِیْ مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ اِلَی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذَالِكَ

جامع الترمذی ،کتاب الزهد ،باب فی فناء اعمار هذه الامة ،رقم الحدیث : ۲۳۳۱،وسنن ابن ماجه ،کتاب الزهد ،باب الامل و الاجل ،رقم الحدیث :۴۲۳۶ واللفظ له ،والسلسة الصحیحة:۷۵۷۔

"حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی اور اس سے آگے بڑھنے والے کم ہوں گے۔"

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ پہلی امتوں کی نسبت اس امت کی عمریں بہت کم ہوں گی تو جب کسی مقصد تک پہنچنے کے لیے جتنا پیریڈ کم ہوگا اس قدر رفتار بھی تیز ہونی چاہیے اس لیے ہمیں اس مختصر مہلت میں نیکی کے کام کرنے کی کوشش اور محنت زیادہ کرنی چاہیے اور جو شخص ساٹھ سال کے قریب پہنچ چکا ہے اسے زیادہ فکر کرنی چاہیے ہوسکتا ہے کہ وہ ساٹھ سال سے تجاوز نہ کر سکے اور اگر ساٹھ سال سے عمر تجاوز ہو چکی ہے تو سمجھے اسے بونس ملا ہے اس سے فائدہ اٹھا لے اپنے رب سے معافی مانگ لے۔ خصوصاً ان حالات میں کہ جب زمانہ بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اور عرصہ دراز کی باتیں ایسی لگتی ہیں جیسے ابھی کل کی ہی باتیں ہیں۔

گیارہویں حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَطَّ النَّبِیُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسْطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلَی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسْطِ مِنْ جَانِبِ الَّذِیْ فِی الْوَسْطِ فَقَالَ: هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا

اَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهٖ اَوْ قَدْاَحَاطَ بِهٖ وَهٰذَاالَّذِى هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَ هٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ اَلْاِعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا ،وَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا۔

صحیح البخاری ،کتاب الرقاق ،باب فی الامل و طوله ،رقم الحدیث :٦٤١٧و اللفظ له و جامع الترمذی ،کتاب صفة القیامة و الرقائق ،باب:٢٢ ،رقم الحدیث:٢٤٥٤ ،سنن ابن ماجه ، کتاب الزهد ،باب الامل والاجل ،رقم الحدیث :٤٢٣١۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا اور ایک وسط میں خط کھینچا جو اس مربع سے باہر نکلنے والا تھا اور کچھ چھوٹے خطوط اس درمیان والے خط کے وسطی پہلو میں لگائے اور فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرنے والی ہے یا اسے گھیرے ہوئے ہے۔اور یہ خط جو باہر نکلنے والا ہے اس کی امیدیں ہیں اور یہ پہلو کے چھوٹے خطوط اس کے حوادث ہیں پس اگر یہ پہلو کا حادثہ اس سے چوک جائے تو یہ اسے دبوچ لیتا ہے اور اگر یہ حادثہ اس سے چوک جائے تو یہ دبوچ لیتا ہے۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں!
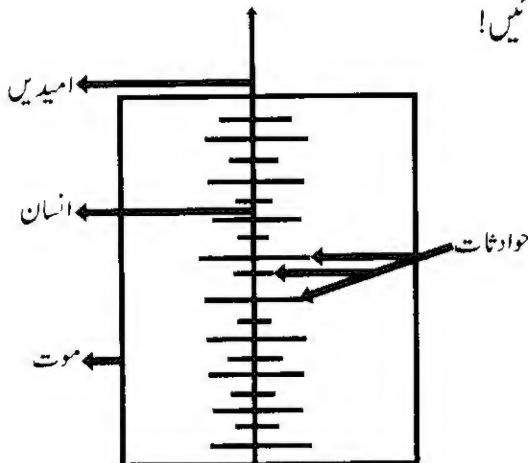
اس حدیث مبارک میں کچھ سبق ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- انسان کو لمبی لمبی امیدیں نہیں لگانی چاہیے۔
- زندگی میں مصائب وحوادث ضروری ہیں۔
- لمبی امیدوں کے حصول میں اپنی موت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔
- جب موت انسان کو گھیرے ہوئے ہے تو اس کے آنے سے پہلے زندگی کا احساس کرنا چاہیے۔
- اپنے وقت کو بے کار امیدوں کے حصول میں صرف نہ کیا جائے۔

بارھویں حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَ مَنْ اَتَى اَبْوَابَ السُّلْطَانِ اُفْتُتِنَ۔

سنن ابی داؤد ،کتاب الصید ،باب فی اتباع الصید،رقم الحدیث :۲۸۵۹،و جامع الترمذی ، کتاب الفتن ،باب ۶۹، رقم الحدیث :۲۲۵۶،و سنن النسائی ،کتاب الصید ،باب اتباع الصید ، رقم الحدیث :۴۳۰۹، و مسندا لامام احمد،رقم الحدیث:۳۳۶۲ .

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے خانہ بدوشی اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے پڑا وہ غافل ہوا اور جو حاکم کے دروازوں پر آیا وہ آزمائش میں پڑا۔"

اس فرمان نبوی ﷺ میں محل شاہد جملہ "**ومن اتبع الصيد غفل**" اور جو شخص شکار کے پیچھے پڑا وہ غافل ہو گیا ہے اور یہاں شکار سے مراد اضطراری و مجبوری والی حالت نہیں کہ جب کچھ کھانے کو نہ ملے تو جان بچانے کے لیے شکار کی ضرورت پڑے، بلکہ

موجودہ صورتحال مراد ہے کہ جیسے شوقیہ طور پر لوگ شکار کے لیے نکلتے ہیں، حالانکہ شکار ایک مباح اور جائز کام ہے لیکن اس کام میں نمازوں کی کوتاہی اور دیگر مکروہ افعال ہوتے ہیں اور سب سے بڑی چیز زندگی کے قیمتی وقت کا ضیاع ہے اور ذکر الٰہی سے غفلت ہے اس لیے اس حدیث میں اسکو مذموم قرار دیا گیا ہے، اسی طرح دیگر ایسے افعال جس میں غفلت اور وقت کا ضیاع ہو تو ان سے دور رہنا چاہیے اور اپنی زندگی کو با مقصد کاموں میں گزارنا چاہیے۔

تیرھویں حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ ۔

سنن ابی داؤد ،کتاب الطهارة ،باب مايقول الرجل اذا خرج من الخلاء ،رقم الحديث : ۳۰، و جامع الترمذی ،کتاب الطهاره ،باب ما يقول اذا خرج من الخلاء ،رقم الحديث : ۷، و سنن ابن ماجه ،کتاب الطهاره ، باب ما يقول اذا خرج من الخلاء،رقم الحديث : ۳۰۰۔

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یقیناً نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تھے تو کہتے: "غفرانك" اے اللہ میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔"

محل استدلال

اس روایت میں بظاہر ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی جو وقت کی اہمیت پر دلالت کرے لیکن اگر غور و فکر اور تدبر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حاجت پوری کرنے کے بعد آخر یہ کلمات کیوں کہتے تھے، جس میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی جا رہی ہے، بعض اہل علم کے مطابق زندگی کا جو حصہ اپنی حاجت کو پورا کرنے میں صرف ہوا، وہ ذکر الٰہی سے خالی گزرا، اس لیے آپ ﷺ قضائے حاجت کے بعد اللہ سے بخشش اور معافی مانگتے تھے۔

ذرا سوچیئے !

جوانسانی مجبوری ہے، جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، ہر انسان کو اس سے واسطہ ہے، اگر اس کام میں بھی گزرے ہوئے وقت پر اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہیے، تو جو وقت معصیت میں، لہو ولعب میں یا غفلت میں گزر گیا وہ تو زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے رب تعالی سے معافی مانگی جائے اور اس سے بخشش طلب کی جائے لہذا یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ وقت کو کسی قیمت بھی بے کار نہ سمجھا جائے اور اسے اطاعت میں گزارنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔

باب سوم:

وقت کے متعلقہ اہم مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ (التوبة:۹، آیت : ۳۶)

"بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ ہے، جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی مضبوط دین ہے۔ چنانچہ ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال (میں) لڑو جیسے وہ ہر حال (میں) تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے"۔

عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ، اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوْالْقِعْدَةِ وَذُوْالْحَجَّةِ وَ الْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ۔

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ان عدة الشهور عندالله اثنا عشرشهرا، رقم الحدیث : ٤٦٦٢۔

" حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یقیناً زمانہ گردش کر کے اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس دن سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سال بارہ

مہینوں کا ہے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین لگاتار: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، اور مضر (قبیلے) کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔"

اسلامی سال کے بارہ مہینے:

۱۔محرم	۲۔صفر	۳۔ربیع الاول	۴۔ ربیع الثانی
۵۔ جمادی اولیٰ	۶۔جمادی ثانیہ	۷۔ رجب	۸۔ شعبان
۹۔ رمضان	۱۰۔ شوال	۱۱۔ ذوالقعدہ	۱۲۔ ذوالحجہ

حرمت کے مہینے: ذوالقعدہ ،ذوالحجہ ، محرم، رجب

حج کے مہینے: شوال ،ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن

ابن عمر کا قول ،صحیح البخاری ،کتاب الحج ،باب قول اللہ تعالیٰ : الحج اشھر معلومات......

ارشاد نبوی ﷺ ہے : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ وَلَهُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْهِمَا فَقَالَ : مَا هٰذَانِ الْیَوْمَانِ ؟ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْهِمَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَ لَكُمْ بِهِمَا خَیْرًا مِنْهُمَا : یَوْمَ الْاَضْحٰی وَ یَوْمَ الْفِطْرِ ۔

سنن ابی داؤد ،کتاب الصلاۃ ،باب صلاۃ العیدین ،رقم الحدیث : ۱۱۳٤ و سنن النسائی کتاب صلاۃ العیدین ،باب:۱،رقم الحدیث:۱۵۵٦،السلسۃ الصحیحۃ :۲۰۲۱۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور ان کے ہاں دو دن تھے کہ وہ ان میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم دور جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کرتے تھے،تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے ان سے اچھے دن د ب
ہیں، قربانی کا دن اور عید الفطر کا دن۔"

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ا۔ سال میں دو دن مسلمانوں کے لیے عید کے دن ہیں۔ ا۔ عید الاضحیٰ ۲۔ عید الفط

۲۔ اگر اسلام میں کوئی تیسری عید ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ضرور بیان فرماتے۔

جمعۃ کا دن:

دنوں میں سب سے بہتر دن جمعے کا دن ہے چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: خَیْرُ یَوْ مٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَ فِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِی یَوْمِ الْجُمُعَةِ.

صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۹۷۷، و جامع الترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ماجاء فی فضل الجمعۃ، رقم الحدیث: ۴۸۸، مسند الامام احمد: ۹۴۰۹۔

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعے کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن وہاں سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔"

قدر کی رات:

راتوں میں سب سے بہتر رات، قدر کی رات ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾ ﴿سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (القدر ۹۷: آیت ۳ تا ۵)

"قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے،اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔"

۞ زمانے کو برا کہنا:

شریعت اسلامیہ نے جہاں اور بہت سے قبیح افعال سے روکا ہے وہاں اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ زمانے کو برا نہ کہا جائے کیوں کہ زمانے کو برا کہنا درحقیقت زمانے کے خالق کو برا کہنا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: **عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : یُؤْذِیْنِی ابْنُ آدَمَ،یَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ ،بِیَدِی الْاَمْرُ ،اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ.**

صحیح البخاری ،کتاب التفسیر ،باب " وما یھلکنا الاالدھر" ،رقم الحدیث : ٤٨٢٦.

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آدم کا بیٹا مجھے تکلیف دیتا ہے کہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں زمانے والا ہوں،میرے ہاتھ میں حکم ہے،میں ہی دن رات کو تبدیل کرتا ہوں۔"

لہذا زمانے کو گالی نہیں دینی چاہیے اور نہ ہی برا کہنا چاہیے جیسا کہ عوام الناس عام طور پر یہ کہہ دیتے ہیں" وقت برا آگیا ہے" حالانکہ وقت تو وہی ہے بلکہ زمانے والے لوگ برے ہوگئے ہیں۔

۞ ستاروں اور مہینوں پر اعتقاد:

ہمارے معاشرے میں ایک بات یہ بھی عام ہو چکی ہے کہ جب دو دوست آپس میں ملتے ہیں تو بڑے انداز سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا ستارہ (Star) کون سا ہے اور جب دوسرا دوست بیان کرتا ہے تو اندازے لگائے جاتے ہیں کہ اس کے ستارے

کا اس پر کیا اثر ہے اور اخبارات میں بھی اس غلط اعتقاد کی تشہیر کی جاتی ہے " کہ آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا " اور ہر خاص وعام اسی بات پر دھیان دیتا ہے اور نتیجہ اخذ کرتا ہے اور اعتقاد یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مہینوں کے اپنے اپنے برج ہیں اور ان مہینوں میں پیدا ہونے والے پر ان برجوں کا اثر ہوتا ہے، جبکہ شریعت اسلامیہ نے اس بات کی نفی کی ہے اور اس عقیدے کو غلط قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ : اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ، فَقَالَ النَّاسُ : اِنْكَسَفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَايَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوااللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ۔

صحيح البخاري ،كتاب الكسوف ،باب الدعا ، في الكسوف ، رقم الحديث: ١٠٦٠۔

"حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (نبی اکرم ﷺ کے بیٹے) فوت ہوئے سورج بے نور ہوگیا تو لوگوں نے کہا: "سورج ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے بے نور ہوا ہے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے بلکہ جب تم ان کو گرہن زدہ دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ روشنی ہو جائے۔"

۲۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ؟ قَالُوا :اَللّٰهُ

وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ : اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ رَحْمَتِهٖ فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ : بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا فَذَالِكَ كَافِرٌ بِیْ وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔

صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، رقم الحدیث: ۸٤٦۔

"حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ پر بارش کے بعد جو رات سے ہو رہی تھی، صبح کی نماز پڑھائی پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: میرے بندوں میں کچھ مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ انکار کرنے والے ہیں، پس جس نے کہا: ہم اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش برسائے گئے ہیں تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستارے کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستارے پر ایمان لانے والا ہے۔"

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ستاروں اور سیاروں کی گردس کے ثرات انسانی زندگی پر نہیں ہیں بلکہ جہاں میں جو کچھ بھی تغیر و تبدل ہے وہ صرف اور صرف للہ کے حکم سے ہے۔

نمازوں کے اوقات

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس ٓئے اور نمازوں کے اوقات یعنی ابتدائی وقت اور آخری وقت کے اعتبار سے دو دن آکر ماست کرائی اور اوقات بیان کیے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

فجر : ابتدائی وقت: جب صبح صادق طلوع ہو جائے۔

آخری وقت: طلوع آفتاب سے پہلے۔

ظہر: ابتدائی وقت: جب سورج ڈھل جائے یعنی زوال کے فوراً بعد

آخری وقت: جب ہر چیز کا سایہ اسکی مثل ہو جائے۔ یعنی جب سورج خط استواء پر آئے اور ہر چیز کا سایہ اس کی جڑ میں آ کر رک جائے تو وہاں سے آگے ایک مثل شمار کیا جائے۔

عصر: ابتدائی وقت: جب ہر شے کا سایہ اس کی ایک مثل سے بڑھ جائے۔

آخری وقت: اس کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ وقت مختار: جب ہر چیز کا سایہ اسکی دو مثل ہو جائے۔ ۲۔ وقت اضطراب: سورج کے غروب ہونے سے پہلے تک۔

مغرب: ابتدائی وقت: سورج غروب ہونے کے بعد۔

آخری وقت: شفق غائب ہونے سے پہلے۔

تنبیہ: شفق سے مراد وہ سرخی جو مغربی سمت سورج کے غروب ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

عشاء : ابتدائی وقت: شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

آخری وقت: اس بارے دو الفاظ مروی ہیں:

۱۔ **منتصف اللیل** یعنی آدھی رات۔

۲۔ **ثلث اللیل الاول** رات کا پہلا تہائی حصہ۔

یعنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو پہلے تہائی حصے تک عشاء کا وقت ہے۔

تنبیہ: سوائے عشاء کی نماز کے، تمام نمازوں کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے جبکہ عشاء کی نماز کو مؤخر پڑھنا افضل ہے۔

حدیث جابر ،جامع الترمذی ،کتاب مواقیت الصلاۃ ،باب ماجاء فی مواقیت الصلاۃ ،رقم الحدیث : ۱۵۰، وسنن النسائی ،کتاب المواقیت ،باب آخر وقت العصر ،رقم الحدیث: ۵۱۳

﴿۵﴾ ممنوعہ اوقات:

شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسے اوقات بیان کیے ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے اور ان اوقات میں نفلی نماز نہیں پڑھی جا سکتی ،البتہ کچھ نمازیں مستثنیٰ ہیں جن کو ہم آخر میں ذکر کریں گے۔

اول : طلوع فجر ثانی سے لیکر سورج کے ایک نیزے کی مقدار سطح زمین سے بلند ہونے تک۔

ثانی: جب سورج خط استواء پر آ کر رک جائے یعنی زوال سے پہلے۔

ثالث: عصر کی نماز کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک۔

اسی طرح ان دو حالتوں میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

اول: جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔

ثانی: جب سورج غروب ہو رہا ہو۔

پہلے تین اوقات کا ذکر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور آخری دو اوقات کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔

حدیث عقبۃ بن عامر الجهنی ،صحیح مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الاوقات التی نهی عن الصلاۃ فیها ، رقم الحدیث: ۸۳۱،و سنن النسائی ،کتاب المواقیت ،باب الساعات التی نهی عن الصلاۃ فیها ، رقم الحدیث : ۵۶۰ ، و سنن ابن ماجه ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الاوقات التی لا یصلی فیها علی المیت ، رقم الحدیث : ۱۵۱۹،وحدیث ابن عمرسنن

النسائي،كتاب المواقيت ،باب النهى عن الصلاة بعد العصر ،رقم الحديث: ٥٧١۔

مستثنیٰ نمازیں: نماز فجر کی پہلی دوسنتیں، طواف کی دورکعتیں، عصر یا فجر کی نماز بغیر جماعت پڑھ لی ہو پھر مسجد میں دوبارہ جماعت سے پڑھی جائے ، کسی فرضی نماز کی قضائی، نذر کے نفل، تحیۃ المسجد، سبھی نماز وغیرہ البتہ آخری مذکورہ دو اوقات میں کوئی بھی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ واللہ اعلم

زیارت کے ممنوع اوقات:

شریعت اسلامیہ نے تین اوقات ایسے بیان کیے ہیں جس میں کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے، حتی کہ جو نوکر اور خادم ہیں وہ بھی ان اوقات میں اجازت لے کر جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (النور: ٢٤، آیت: ٥٨)

"اے ایمان والو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے وہ (غلام) جن کے مالک ہوئے تمہارے دائیں ہاتھ اور وہ (بچے بھی) جو نہیں پہنچے بلوغت کو تم میں سے تین بار (یعنی تین اوقات میں) نمازِ فجر سے پہلے، اور جس وقت تم اتار دیتے ہو اپنے کپڑے دوپہر کو، اور نمازِ عشاء کے بعد (یہ) تین پردے (کے اوقات)

ہیں تمہارے لیے،نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر ہی کوئی گناہ ان (وقتوں) کے بعد وہ بکثرت چکر لگانے (یعنی آنے جانے) والے ہیں تم پر (یعنی) بعض تمہارے بعض پر،اسی (مذکورکی) طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے آیتیں اور اللہ خوب جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔"

۞ دعا کی قبولیت کے اوقات:

شب وروز کے اوقات میں کچھ ایسی گھڑیاں ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا کو جلدی شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں اس لیے ان فرصت کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے اور دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرنی چاہیے وہ اوقات مندرجہ ذیل ہیں۔

۞ رات کا آخری حصہ:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی سَمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَی ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُوْلُ : مَنْ يَدْعُوْنِی؟ فَاَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟مَنْ يَسْاَلُنِی فَاُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِی فَاَغْفِرَ لَهُ؟

صحيح البخاری ،كتاب التهجد ،باب الدعاء والصلاة من آخر الليل ، رقم الحديث : ١١٤٥،صحيح مسلم ،كتاب صلاة المسافرين ،باب الترغيب فی الدعاء و الذكر فی آخر الليل ،رقم الحديث : ٧٥٨،سنن ابی داؤد،كتاب الصلاة ،باب ای الليل افضل ؟رقم الحديث : ١٣١٥و جامع الترمذی ،كتاب مواقيت الصلاة ،باب ماجاء فی نزول الرب .....،رقم الحديث: ٤٤٦وسنن ابن ماجه ،كتاب الصلاة ،باب ای ساعات الليل افضل ؟،رقم الحديث:١٣٦٦

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے! کون ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے؟ میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اسے بخش دوں؟۔"

۲۔فرض نمازوں کے بعد:۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ الْبَاهِلِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِیْلَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ ؟قَالَ : جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰ خِرِ وَ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ ۔

جامع الترمذی ،کتاب الدعوات ،باب ۷۹ ،رقم الحدیث : ۳۴۹۹ قال البانیؒ: حسن۔

"حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! کون سی دعا سب سے زیادہ سنی جانے والی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا۔"

۳۔اذان اور اقامت کے درمیان:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّعَاءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ۔

سنن ابی داؤد ،کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی الدعاء بین الاذان و الاقامۃ ،رقم الحدیث : ۵۲۱ ،جامع الترمذی ،کتاب مواقیت الصلاۃ ، باب ماجاء فی ان الدعاء لایرد ... رقم الحدیث : ۲۱۲ واللفظ له ،و مسند الامام احمد : ۱۲۲۰۰

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔"

۴۔ اذان کے وقت اور حالت جنگ میں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَانِ لَا تُرَدُّ اَوْ قَلَّ مَا تُرَدَّانِ : اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَائِسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُ بَعْضًا۔

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو وقت کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا بہت کم رد کی جاتی ہیں: ایک اذان کے وقت اور دوسری جنگ کے وقت، جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بھڑ جاتے ہیں۔

سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند اللقاء، رقم الحدیث: ۲۵۴۰، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۱۰۲۳ و ابن خزیمه، رقم الحدیث: ۴۱۹ وابن الجارود رقم الحدیث: ۱۰۶۹ والحاکم ۱/ ۱۹۸۔

۵۔ ہر رات میں ایک گھڑی:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذَالِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔

صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فی اللیل ساعة مستجاب فیها الدعاء، رقم الحدیث: ۷۵۷، مسند احمد: ۱۴۳۵۵۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: یقیناً رات میں ایک ایسی گھڑی ہے جسے مسلمان بندہ موافق نہیں پائے گا کہ اللہ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرے مگر اللہ اسے وہی عطا کر دے گا اور یہ گھڑی ہر رات میں ہے۔"

٦۔ جمعہ کے دن گھڑی:۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : فِيْهِ سَاعَةٌ لَايُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَ هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّی يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا۔

(صحيح البخاری ،كتاب الجمعة ،باب الساعة التی فی يوم الجمعة ، رقم الحديث : ٩٣٥،صحيح مسلم كتاب الجمعة ، باب فی الساعة التی فی يوم الجمعة ،رقم الحديث : ٨٥٢)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا تو فرمایا: اس میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جو مسلمان آدمی اسے اس حال میں پالے کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو، وہ اس گھڑی میں اللہ سے جو چیز مانگے گا اللہ وہی چیز دے دے گا آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی مختصر سی ہے"۔

نوٹ : علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم نے یہی قول راجح قرار دیا ہے کہ وہ گھڑی عصر کے بعد ہے۔ [1]

حصول علم اور حفظ کے اوقات:

امام برہان الاسلام زرنوجی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ حصول علم کا وقت تو گود سے گور تک ہے یعنی ساری زندگی علم کے حصول کا وقت ہے البتہ حفظ کیلئے مندرجہ ذیل اوقات سب سے بہتر ہیں [2]:

1:۔ نوعمری کے زمانے میں:

---

[1] - زادالمعاد ٢ / ٣٨٨ - ٣٩٧۔ [2] - تعليم المتعلم طريق التعلم ،ص : ٦٠

جیسا کہ ضرب المثل مشہور ہے:

"اَلْحِفْظُ فِی الصِّغَرِ کَالْخَطِّ عَلَى الْحَجَرِ وَالْحِفْظُ فِی الْکِبَرِ کَالْخَطِّ عَلَى الْبَحْرِ"

"نوعمری (بچپن) میں حفظ پتھر پر لکیر کی مانند ہے، اور بڑھاپے میں حفظ پانی پر لکیر لگانے کی مانند ہے"

2 :۔ سحری کا وقت:

کسی متن کو یاد کرنے کے لیے سحری کا وقت بھی بہت عمدہ اور برکت والا ہے، یہ بات رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی ملتی ہے:

فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَةً (صحیح المسلم رقم الحدیث:۱۰۹۵)

"یقیناً سحری میں برکت ہے۔"

3:۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت:

مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت بھی حفظ کے لیے بڑا عمدہ ہے اس وقت میں بھی سبق جلدی یاد ہوتا ہے۔ حفظ کے مدارس میں عموماً طلباء کو اساتذہ اسی وقت میں سبق یاد کرواتے ہیں۔

فائدہ:

امام برہان الاسلام زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب علم کو چاہیے کہ اپنے تمام وقات کو حصول علم میں کھپا دے بلکہ جب ایک علم کو پڑھنے سے جی اکتاہٹ محسوس کرے تو کسی دوسرے علم میں مصروف ہو جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب علم کلام سے اکتاہٹ محسوس کرتے تو شاگردوں سے فرماتے: هَاتُوْا دِیْوَانَ الشُّعَرَاءِ "شعراء کے

دیوان لے کر آؤ"

حصول علم کی ابتدائی عمر:

دیسے تو ساری زندگی علم وفنون کے حصول میں صرف کر دینی چاہیے لیکن علم کے حصول کی ابتداء کس عمر سے ہونی چاہیے اس بارے میں متقدمین علماء کے اقوال مختلف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا قول:

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس فن کے علماء نے جو حد بندی کی ہے وہ پانچ سال کی عمر ہے کہ اس عمر کا بچہ بات کو صحیح طرح سن سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے اور اس کو آگے بیان بھی کر سکتا ہے۔

دوسرا قول:

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمیز کا اعتبار کیا جائے گا خواہ بچہ پانچ سال کا ہو یا اس سے کم یا زیادہ۔ جب وہ بات کو سمجھ سکے اور جواب دے سکے اس کو سمجھدار سمجھا جائے گا اور اسکی سنی بات کو صحیح سمجھا جائے گا۔

تیسرا قول:

امام موسیٰ بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بچے سے پوچھا جائے اور وہ گائے اور گدھے میں فرق کر سکے تو اس عمر کا بچہ حصول علم کا اہل ہے۔

چوتھا قول:

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے الکفایہ کے اندر امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے اہل علم سے پندرہ سال نقل کیے ہیں۔

پانچواں قول:

امام ابو طاہر احمد بن محمد السلفی رحمہ اللہ نے عربی اور عجمی میں فرق نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں اگر عربی ہو تو چار سال اور اگر عجمی ہو تو چھ سال کی عمر۔ [1]

راجح قول:

ان تمام اقوال میں جو قول زیادہ بہتر اور مناسب ہے وہ دوسرا قول ہے کیوں کہ زمان و مکان کے اعتبار سے بچوں میں قدرے فرق پایا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک بات کو پانچ سال کا بچہ سمجھ لیتا ہے لیکن وہی بات چھ یا سات سال کا بچہ نہیں سمجھ پاتا اس لیے بہتر اور راجح قول سن تمیز ہے کہ جب بچہ بات کو سمجھ سکے اور اس میں تمیز کر سکے، سوال کا جواب دے سکے تو اس کو حصول علم کا اہل سمجھا جائے گا۔ واللہ اعلم

[1] تدریب الراوی ۔ص:۵۸۶تا۵۸۹۔

باب چہارم:

اہمیتِ وقت اور اقوالِ سلف

فصل اول: اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ت ۱۸ھ) کا قول:

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا، رات کا وقت تھا اپنے بیٹے سے پوچھا: کیا فجر طلوع ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں ابا جان، تھوڑی دیر گزری پھر یہی سوال کیا پھر وہی جواب ملا تھوڑی دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ صبح ہوگئی ہے تو فرمانے لگے: اَللّٰهُمَّ اِنِّی قَدْ كُنْتُ اَخَافُكَ فَاَنَا الْيَوْمَ اَرْجُوْكَ ،اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّی لَمْ اَكُنْ اُحِبُّ الدُّنْيَا وَ طُوْلَ الْبَقَاءِ فِيْهَا لِكَرْیِ الْاَنْهَارِ وَلَالِغَرْسِ الْاَشْجَارِ وَ لٰكِنْ لِظَمَاءِ الْهَوَاجِرِ وَ مُكَابَدَةِ السَّاعَاتِ وَ مُزَاحَمَةِ الْعُلَمَاءِ بِالرُّكَبِ عِنْدَ حِلَقِ الذِّكْرِ ۔[1]

"اے اللہ میں یقیناً تجھ سے ڈرتا تھا پس آج میں تجھ سے (رحمت کی) امید رکھتا ہوں، اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ میں دنیا کو اور دنیا میں زیادہ ٹھہرنے کو کہ اس میں نہریں جاری کردں یا درخت لگاؤں ان کو پسند نہیں کرتا تھا بلکہ (حالت روزہ) دوپہر کی پیاس، رات کی گھڑیوں میں عبادت اور ذکر کے حلقوں میں اہل علم کے ہاں دوزانو ہوکر بیٹھنے کو پسند کرتا تھا"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (ت ۳۱ھ) کا قول:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَوْلَا ثَلَاثٌ مَا اَحْبَبْتُ الْعَيْشَ يَوْمًا

[1] - الزھد للامام احمد، ص: ۲۲٦

وَاحِدًا ...... الظَمَاءُ لِلّٰهِ بِالْهَوَاجِرِ وَالسُّجُوْدُ لِلّٰهِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَمُجَالَسَةِ أَقْوَامٍ يَنْتَقُوْنَ أَطَايِبَ الْكَلَامِ كَمَا يُنْتَقَى أَطَايِبُ التَّمْرِ۔ [1]

"اگر تین چیزیں نہ ہوتی تو میں ایک دن کی بھی زندگی پسند نہ کرتا...... دوپہر کے وقت اللہ کے لیے پیاس برداشت کرنا (حالت روزہ میں)، رات میں اللہ کے لیے سجدہ کرنا، اور ایسے لوگوں کی مجلس میں جانا جو عمدہ کلام چنتے ہیں جیسے عمدہ کھجوریں چنی جاتی ہیں"

مزید یوں فرمایا: اِبْنَ آدَمَ! طَأِ الْأَرْضَ بِقَدَمِكَ فَإِنَّهَا عَنْ قَلِيْلٍ تَكُوْنُ قَبْرُكَ، اِبْنَ آدَمَ! إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ فَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ، اِبْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَمْ تَزَلْ فِيْ هَدَمِ عُمُرِكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ؟ [2]

"اے آدم کے بیٹے! تم زمین کو اپنے پاؤں سے روندتے ہو یقیناً عنقریب وہ تیری قبر ہوگی، آدم کے بیٹے! تم محض چند دن ہو۔ پس جب ایک دن گزرتا ہے، تیرا کچھ حصہ (زندگی کا) گزر جاتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے! جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تم مسلسل اپنی زندگی کو کم کر رہے ہو۔"

❁ مزید آپ رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے:

ایک نوجوان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سلام کہنے کے بعد عرض کی: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! مجھے نصیحت کیجیے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: يَا بُنَيَّ! اُذْكُرِ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ يَذْكُرْكَ فِي الضَّرَّاءِ ...... يَا بُنَيَّ! كُنْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا وَلَا تَكُنِ الرَّابِعَ فَتَهْلِكَ، يَا بُنَيَّ! لِيَكُنِ الْمَسْجِدُ بَيْتَكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ) وَقَدْ ضَمِنَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ كَانَتْ مَسَاجِدُ بُيُوتَهُمُ الرَّوْحَ وَالرَّحْمَةَ وَالْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى رِضْوَانِ اللّٰهِ

---

[1] - این نحن من هؤلاء، ج:۲، ص:۲۱۔ [2] - الزهد الكبير للبيهقي، ص: ۲۰۴۔

عَزَّوَجَلَّ ۔ ❶

"اے بیٹا! اللہ کو آسانی میں یاد رکھ وہ تجھے تنگی میں یاد رکھے گا۔۔۔اے بیٹا! علم حاصل کرنے والا، یا سکھلانے والا، یا سننے والا بننا اور ور چوتھا (ان تینوں کے علاوہ) نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔اے بیٹا! مسجد تیرا گھر ہونا چاہیے، یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: (مسجدیں ہر متقی پرہیزگار کا گھر ہیں) اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کہ مسجدیں جن کا گھر ہوں راحت، رحمت اور پل صراط عبور کر کے اپنی رضا تک پہنچنے کی ضمانت دی ہے"

۞ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (ت ۳۲ھ) کا قول:

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مَانَدِمْتُ عَلَى شَيْءٍ نَدَمِي عَلَى يَوْمٍ غَرُبَتْ شَمْسُهُ نَقَصَ فِيْهِ اَجَلِي وَ لَمْ يَزْدِفِيْهِ عَمَلِي " ❷

"میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوتا جتنا نادم اس دن پر ہوتا ہوں جس کا سورج غروب ہوا، میری زندگی کم ہو گئی، لیکن میرے (نیک) عمل میں اضافہ نہ ہوا"

۞ مزید آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"اِنِّي لَاُبغِضُ الرَّجُلَ اَنْ اَرَاهُ فَارِغًا لَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا عَمَلِ الْآخِرَةِ ۔ ❸

"یقیناً میں اس آدمی کو نہ پسند کرتا ہوں، جس کو میں فارغ دیکھوں کہ نہ کسی دنیوی عمل میں مصروف ہو اور نہ کسی اخروی عمل میں"

۞ مزید آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" مَا اَحَدٌ اَصْبَحَ فِي الدُّنْيَا اِلَّا وَهُوَضَيْفٌ وَمَالُهُ عَارِيَةٌ وَ الضَّيْفُ مُرْتَحِلٌ وَالْعَارِيَةُ مَرْدُوْدَةٌ" ❹

---

❶ - صورمن حياة الصحابة، ص:٢٠٧ ۔ ❷ - اين نحن من هؤلاء، ج:٢، ص:١١.

❸ - الزهد للامام احمدؒ، ص:١٩٩ ۔ ❹ - الزهد للامام احمدؒ، ص:٢٠٤.

"جو بھی دنیا میں آیا وہ مہمان ہے اور اس کا مال ادھار کا ہے اور بالآخر مہمان نے سفر کرنا ہوتا ہے اور ادھار کا مال واپس لوٹایا جائے گا۔

❁ مزید آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّكُمْ فِي مَمَرِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، فِي آجَالٍ مَنْقُوصَةٍ وَ أَعْمَالٍ مَحْفُوظَةٍ وَالْمَوْتُ يَأْتِي بَغْتَةً، فَمَنْ زَرَعَ خَيْرًا فَيُوْشِكُ أَنْ يَحْصُدَ رَغْبَةً وَمَنْ زَرَعَ شَرًّا فَيُوْشِكُ أَنْ يَحْصُدَ نَدَامَةً وَلِكُلِّ زَارِعٍ مَا زَرَعَ"۔ [1]

"یقیناً دن رات کے گزرنے سے تمہاری عمریں چھوٹی ہوتی جا رہی ہیں اور اعمال محفوظ ہو رہے ہیں اور موت اچانک آئے گی، تو جس نے خیر کاشت کی، قریب ہے کہ وہ شوق سے کٹائی کرے اور جس نے شر کو بویا، قریب ہے کہ وہ بطور ندامت کٹائی کرے، اور ہر کاشت کرنے والے کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے بویا۔"

❁ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (ت ۴۰ھ) کا قول:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْآخِرَةُ مُقْبِلَةً وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوا مِنْ اَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ"۔ [2]

"دنیا واپس پلٹ رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، پس تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو، پس آج عمل ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حساب ہوگا اور کوئی عمل نہیں ہوگا"

---

[1] الزھد للامام احمدؒ، ص: ۲۰۱ [2] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ

حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ (ت ۴۴ھ یا ۵۲ھ) کا قول:

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری ایام میں زیادہ عبادت کرنے لگے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اب مشقت نہ کیا کریں بلکہ اپنے اوپر نرمی کیجیے تو فرمانے لگے: اِنَّ الْخَیْلَ اِذَا اُرْسِلَتْ فَقَارَبَتْ رَأْسَ مَجْرَاهَا اَخْرَجَتْ جَمِیْعَ مَا عِنْدَهَا وَالَّذِی بَقِیَ مِنْ اَجَلِیْ اَقَلُّ مِنْ ذَالِكَ" [1]

"یقیناً جب گھوڑوں کو دوڑ کے لیے چھوڑا جاتا ہے اور انکی مقرر جگہ قریب آ جائے تو وہ (گھوڑے) اپنی تمام تر قوتیں کھپا دیتے ہیں اور میری زندگی جو باقی ہے وہ اس سے بھی زیادہ کم ہے"

حضرت عبدالرحمن بن صخر ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ (ت: ۵۷ھ) کا قول:

"حضرت میمون بن میسرۃ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دن کے شروع اور آخر میں دو مرتبہ اونچی آواز لگاتے اور فرماتے: ذَهَبَ اللَّیْلُ وَجَاءَ النَّهَارُ وَعُرِضَ اٰلُ فِرْعَوْنَ عَلَى النَّارِ فَلَا یَسْمَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا اِسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ [2]

"رات گئی اور دن آ گیا اور آل فرعون آگ پر پیش کیے گئے" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس پکار کو جو بھی سنتا تو جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتا"۔

فصل دوم: اقوال تابعین رحمۃ اللہ علیہم

حضرت ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۶۲ھ) کا قول:

حضرت عبداللہ بن ثوب ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[1] - این نحن من هولاء، ۲۰/ ۴۰۔ [2] - تاریخ ابن عساکر، ۱۹/ ۱۲۲/ ۲، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۳۹۔

لَوْرَاَيْتُ الْجَنَّةَ عَيَانًا مَا كَانَ عِنْدِي مُسْتَزَادٌ وَلَوْرَاَيْتُ النَّارَ عَيَانًا مَا كَانَ عِنْدِي مُسْتَزَادٌ ۔ ❶

"اگر میں جنت کو واضح طور پر دیکھ لوں تو میرے پاس (اس سے بڑھ کر) مزید عمل کی طاقت نہیں اور اگر میں آگ کو واضح طور پر دیکھ لوں تو پھر بھی مجھ میں مزید عمل کی گنجائش نہیں۔"

یعنی اس قدر عبادت اور تقوی پرہیز گاری کے کاموں میں مشغول رہتے کہ مزید عمل کی گنجائش نہیں تھی اور انتہاء درجے کی عبادت کرتے تھے۔

۞ مسروق رحمہ اللہ (ت ۶۳ھ) کا قول:

مسروق بن الاجدع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إِنَّ الْمَرْءَ لَحَقِيقٌ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَجَالِسُ يَخْلُو فِيهَا وَيَتَذَكَّرُ ذُنُوبَهُ يَسْتَغْفِرُ مِنْهَا۔ ❷

"بندے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کچھ ایسی مجالس ہونی چاہیں جس میں وہ خلوت اختیار کرے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان کی بخشش طلب کرے۔"

۞ حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ (ت ۶۷ھ) کا قول:

إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي كَثِيراً مِنَ الْكَلَامِ مَخَافَةُ الْجَوَابِ۔ ❸

"یقیناً مجھے زیادہ بولنے سے، (اللہ کے ہاں) جواب کے ڈر، نے روک دیا ہے۔"

مزید ان کے بارے میں مروی ہے کہ: "قِيلَ لِلأَحْنَفِ مَالَكَ؟ لَا تَمَسُّ الْحَصَا قَالَ مَا فِي مَسِّهِ أَجْرٌ وَلَا فِي تَرْكِهِ وِزْرٌ مَعَ أَنِّي فِيَّ خُلَّتَانِ: لَا أُعَاتِبُ جَلِيسِي إِذَا قَامَ مِنْ عِنْدِي وَلَا أَدْخُلُ فِي أَمْرِ قَوْمٍ لَمْ يُدْخِلُونِي مَعَهُمْ۔" ❹

❶ - صفة الصفوة، ۴ / ۲۱۳۔
❷ - صفة الصفوة، ۳ / ۲۶۔
❸ - الزهد للامام احمدؒ، ص: ۲۸۶۔
❹ - الزهد للامام احمدؒ، ص: ۲۸۶۔

"حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کنکریاں کیوں نہیں چھوتے؟ تو انہوں نے کہا: نہ ان کو پکڑنے میں اجر ہے اور نہ ان کو چھوڑنے میں کوئی گناہ ہے، البتہ مجھ میں دو خصلتیں ہیں، ایک میں اپنے پاس سے جانے والے ساتھی کی غیبت نہیں کرتا اور نہ میں کسی قوم کے معاملے میں مداخلت کرتا ہوں، جو مجھے خود (اپنے معاملے میں) داخل نہ کریں۔"

نوٹ: اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف فارغ بیٹھنے، کنکریوں کو پکڑنا یا پھینکنا، اس جیسے بے کار کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔

۞ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (ت ۹۵ھ) کا قول:

"اِنَّ كُلَّ يَوْمٍ يَعِيشُهُ الْمُؤْمِنُ غَنِيمَةٌ [1]"

"ہر وہ دن جسے مومن گزار رہا ہے، غنیمت ہے۔"

۞ حضرت مورّق العجلی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۰۱ھ) کا قول:

يَا ابْنَ آدَمَ! تُؤْتٰى كُلَّ يَوْمٍ بِرِزْقِكَ وَاَنْتَ تَحْزَنُ، وَيَنْقُصُ مِنْ عُمُرِكَ وَاَنْتَ لَاتَحْزَنُ تَطْلُبُ مَايُطْغِيْكَ وَ عِنْدَكَ مَا يَكْفِيْكَ۔ [2]

"اے آدم کے بیٹے! تم سارا دن رزق کمانے میں گزارتے ہو اور پھر بھی پریشان ہوتے ہو، اور تیری عمر کم ہو رہی ہے اور تم پریشان نہیں ہوتے، اتنا مال اکٹھا کرنے کی تلاش میں ہو جو تم کو سرکش بنا دے حالانکہ تیرے پاس اتنا ہے جو تمہیں کافی ہو جائے۔"

۞ حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۱۰ھ) کا قول:

وَيْحِي كَيْفَ اَغْفَلُ وَلَا يُغْفَلُ عَنِّي وَكَيْفَ يَهْنَأُ عَيْشِي وَالْيَوْمُ

[1] - اين نحن من هولاء: ۲ / ۱٤۔ [2] - اين نحن من هولاء: ۲ / ۱۷۔

الثَّقِيلُ مِنْ وَرَائِي ، كَيْفَ لَا أُبَادِرُ بِعَمَلِيْ وَلَا أَدْرِي مَتٰى اَجَلِيْ ، أَمْ كَيْفَ أَسُرُّ بِالدُّنْيَا وَلَا يَدُوْمُ فِيهَا حَالِيْ، أَمْ كَيْفَ أُوْثِرُهَا وَقَدْ أَضَرَّتْ بِمَنْ آثَرَهَا قَبْلِيْ أَمْ كَيْفَ يَشْتَدُّ حِرْصِي عَلَيْهَا وَفِي غَيْرِهَا قَرَارِي وَخُلْدِي ،أَمْ كَيْفَ تُعْجِبُنِي وَهِيَ زَائِلَةٌ وَمُنْقَطِعَةٌ عَنِّي أَمْ كَيْفَ لَا يَطُوْلُ حُزْنِي وَرَبِّي لَا أَدْرِي مَا ذَا يَفْعَلُ بِي فِي ذُنُوْبِي ۔" [1]

" میری ہلاکت! میں کیسے غفلت برتوں جبکہ مجھ سے غفلت نہیں کی جارہی (یعنی میری ہرنقل وحرکت لکھی جارہی ہے)اور میری زندگی کیسے آسان ہو جائے جبکہ بھاری دن میرے پیچھے ہے، میں عمل میں کیسے جلدی نہ کروں جبکہ میں نہیں جانتا، میری موت کب ہے یا میں دنیا میں کیسے خوش ہو جاؤں جبکہ اس میں میری حالت ہمیشہ نہیں ہے، یا کیسے اس دنیا کو ترجیح دوں حالانکہ اس دنیا نے ان لوگوں کو بھی نقصان پہنچایا تھا جنہوں نے مجھ سے پہلے اس کو ترجیح دی تھی، یا کیسے دنیا پر میرا حرص بڑھے حالانکہ میرا قرار اور میری ہیشگی اس کے غیر (یعنی آخرت) میں ہے یا کیسے دنیا مجھے اچھی لگے جبکہ یہ زائل اور ختم ہونے والی ہے، یا میرا غم کیسے نہ بڑھے، کہ میں نہیں جانتا کہ میرے گناہوں کی وجہ سے میرا رب میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"

۞ حضرت حسن البصری رحمہ اللہ (ت ۱۱۰ھ) کے اقوال:

پہلا قول: "ابنَ آدمَ ! إِنَّكَ بَيْنَ مَطِيَّتَيْنِ يُوْضِعَانِكَ ،اَللَّيْلُ إِلَى النَّهَارِ وَالنَّهَارُ إِلَى اللَّيْلِ حَتّٰى يُسْلِمَانِكَ إِلَى الْآخِرَةِ فَمَنْ أَعْظَمُ مِنْكَ يَاابْنَ آدَمَ خَطَرًا" ۔ [2]

---

[1] ۔ بحر الدموع لابن الجوزی ،ص:۱۰۳۔ [2] ۔ الزهد الكبير للبيهقيؒ،ص:۲۰۴،حلية الاولياء ۲/ ۱۵۲

"اے آدم کے بیٹے! تم دو سواریوں کے درمیان ہو جو تمہیں آگے دھکیل رہی ہیں رات، دن کی طرف اور دن، رات کی طرف حتیٰ کہ تمہیں آخرت کے سپرد کر دیں گی، اے آدم کے بیٹے! تم سے بڑھ کر خطرے میں کون ہو سکتا ہے؟"

دوسرا قول:

اِبنَ آدَمَ! اِنَّمَا اَنْتَ اَیَّامٌ و کُلَّمَا ذَھَبَ یَوْمٌ ذَھَبَ بَعْضُكَ [1]

"اے آدم کے بیٹے! تم محض چند دن ہو جب بھی ایک دن گزرا تیرا کچھ حصہ گزر گیا"

تیسرا قول:

اَلدُّنْیَا ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ، اَمَّا اَمْسِ فَقَدْ ذَھَبَ بِمَا فِیْهِ وَاَمَّا غَدًا فَلَعَلَّكَ لَاتُدْرِكُهُ، فَالْیَوْمُ لَكَ فَاعْمَلْ فِیْهِ [2]

"دنیا تین دن ہے، جو کل (گزشتہ) تھا اس میں جو کچھ تھا وہ (دن) لے گیا اور جو کل (آئندہ) ہے شاید تم اس کو نا پا سکو، لہذا آج (کا دن) تیرا ہے اس میں عمل کر لو۔"

چوتھا قول:

"قَالَ یَوْمًا لِجُلَسَائِهِ: یَا مَعْشَرَ الشُّیُوْخِ! مَا یُنْتَظَرُ بِالزَّرْعِ اِذَا بَلَغَ؟ قَالُوْا: اَلْحِصَادُ، قَالَ: یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! اِنَّ الزَّرْعَ قَدْ تُدْرِكُهُ الْعَاھَةُ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ" [3]

"حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے ہم مجلس ساتھیوں سے فرمایا: اے بوڑھوں کی جماعت! جب کھیتی پک جائے تو کس چیز کا انتظار کیا جاتا ہے؟ تو انہوں نے کہا:

[1] - الزھد للامام احمدؒ ص: ۲۳۹۔ [2] - الزھد الکبیر للبیھقیؒ، ص: ۱۹۶۔

[3] - الزھد الکبیر للبیھقیؒ، ص: ۲۰۱۔

کاٹنے کا۔ پھر کہا: اے نوجوانوں کی جماعت! کبھی کھیتی کو پکنے سے پہلے بھی آفت پہنچ جاتی ہے"۔

لہٰذا اس قول سے ہر بوڑھے کو نصیحت پکڑنی چاہیے کہ اب عمر ختم ہونے والی ہے کیونکہ کھیتی پک چکی ہے اور نیک اعمال کو غنیمت جانے اور ہر نوجوان کو اس دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ ابھی بڑی عمر باقی ہے کیونکہ کھیتی پکنے سے پہلے بھی آفت کا شکار ہو سکتی ہے۔

پانچواں قول:

مَا مَرَّ يَوْمٌ عَلَى ابْنِ آدَمَ إِلَّا قَالَ لَهُ: اِبْنَ آدَمَ! إِنِّي يَوْمٌ جَدِيْدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُ فِيَّ شَهِيْدٌ، إِذَا ذَهَبْتُ عَنْكَ لَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ فَقَدِّمْ مَا شِئْتَ تَجِدْهُ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ أَخِّرْ مَا شِئْتَ فَلَنْ يَعُوْدَ أَبَدًا إِلَيْكَ۔ [1]

"آدم کے بیٹے پر جو بھی دن گزرتا ہے، اسے کہتا ہے: اے آدم کے بیٹے! یقیناً میں ایک نیا دن ہوں اور مجھ میں جو عمل تو کرے گا میں اس پر گواہ ہوں۔ جب میں تجھ سے چلا گیا تو کبھی بھی تیری طرف لوٹ کر نہیں آؤں گا، جو تو چاہے آگے بھیج، اسے اپنے سامنے پالو گے اور جو تو چاہے پیچھے چھوڑ، وہ ہرگز تیری طرف دوبارہ نہیں لوٹے گا۔"

چھٹا قول:

"قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ لِرَجُلٍ حَضَرَ جَنَازَةً: أَتَرَاهُ لَوْ رَجَعَ إِلَى الدُّنْيَا لَعَمِلَ صَالِحًا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَكُنْ أَنْتَ"۔ [2]

"حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جنازے میں شریک ایک آدمی سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو، اگر یہ (مرنے والا) دنیا میں لوٹ آئے تو نیک عمل کرے گا؟ تو اس آدمی نے کہا: ہاں

---

[1] - آداب الحسن البصری" لابن الجوزی"، ص: ۱۲۶۔ [2] - این نحن من هولاء، ۱/ ۱۰۹۔

بالکل، تو حسن بصریؒ نے فرمایا: اگر وہ ایسا نہیں ہو سکا تو تم ہی نیک عمل کرنے والے بن جاؤ۔"

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (ت ۱۱۰ھ) کا قول:

"حِيْنَ حَضَرَتْ الْوَفَاةُ مُحَمَّدَبْنَ سِرِيْنَ فَبَكَى فَقِيْلَ لَهُ :مَايُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ :اَبْكِي لِتَفْرِيْطِي فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَقِلَّةِ عَمَلِي لِلْجَنَّةِ الْعَالِيَةِ وَمَا يُنْجِيْنِي مِنَ النَّارِ الْحَامِيَةِ [1]

"جب امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے، ان سے کہا گیا کہ کس بات نے آپ کو رلا دیا؟ تو انہوں نے کہا: فارغ دنوں میں میری کوتاہی، اور بلند و بالا جنت کے لیے میرے اعمال کی قلت اور جو اعمال دہکتی آگ سے مجھے بچالیں ان کی کمی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔"

ابو حازم سلمۃ بن دینار رحمہ اللہ (ت ۱۴۰) کا قول:

"كُلُّ عَمَلٍ تَكْرَهُ الْمَوْتَ مِنْ اَجْلِهِ فَاتْرُكْهُ ثُمَّ لَا يَضُرُّكَ مَتَى مُتَّ" [2]

"ہر وہ عمل جس کی بنا پر تم موت کو ناپسند کرتے ہو، اسے چھوڑ دو، پھر تمہیں کوئی نقصان نہیں جب بھی تم مرو۔"

ملاحظہ:

اگر ہم اپنی زندگی سے ہر بے کار کام، بے کار مجلس، بے کار دوستیاں اور بے کار معاملات چھوڑ دیں اور زندگی کو آخرت کی تیاری میں مصروف رکھیں تو موت سے ہمیں کوئی ڈر نہیں ہوگا، بلکہ ہم اپنے خالق و مالک کی ملاقات کو پسند کریں گے۔

---

[1] - این انحن من ھولاء، ۱۰ / ۷۹۔ [2] - تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۱۳۳۔

۞ وھیب بن ورد المکی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۵۳ھ) کا قول:

اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَا يَشْغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَحَدٌ فَافْعَلْ" ـ ❶

"اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ اللہ سے تمہیں کوئی مشغول نہ کرے تو ایسا کرو"۔

فصل سوم: اقوال تبع الاتباع ومن بعدہم رحمۃ اللہ علیہم

۞ داود الطائی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۶۵ھ) کا قول:

داود طائی کی لونڈی دایہ نے انہیں کہا: اے ابوسلیمان! روٹی پسند نہیں کرو گے تو انہوں نے کہا: يَادَايَةُ بَيْنَ مَضْغِ الْخُبْزِ وَشُرْبِ الْفَتِيْتِ قِرَاْءَةُ خَمْسِيْنَ اٰيَةٍ ـ ❷

"اے دایہ: روٹی چبانے اور ثرید کا شوربہ پینے میں پچاس آیات پڑھی جا سکتی ہیں۔

۞ شقیق بن ابراہیم الازدی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۹۴ھ) کا قول:

اِسْتَعِدْ اِذَا جَاءَكَ الْمَوْتُ لَا تَسْاَلِ الرَّجْعَةَ ـ ❸

"تیاری رکھو کہ جب تمہیں موت آئے تو تم واپسی کا سوال نہ کرو۔"

یہ تبھی ممکن ہے جب ہم نے اپنے وقت کو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں صرف کیا اور زندگی جیسی عظیم نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھایا کیونکہ یہ دوبارہ نہیں ملے گی۔

۞ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۲۰۴ھ) کا قول:

صَحِبْتُ الصُّوْفِيَّةَ فَلَمْ اَسْتَفِدْ مِنْهُمْ سِوٰى حَرْفَيْنِ، اَحَدُهُمَا قَوْلُهُمْ: اَلْوَقْتُ سَيْفٌ فَاِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ وَذَكَرَ الْكَلِمَةَ الْاُخْرٰى: وَنَفْسَكَ اِنْ شَغَلْتَهَا بِالْحَقِّ وَاِلَّا شَغَلَتْكَ بِالْبَاطِلِ ـ ❹

❶ - حلية الاولياء لابی نعيم، ٨ / ١٤٠ـ ❷ - الزهد الكبير للبيهقي، ص: ١٩٩ ـ

❸ - طبقات الصوفية، ص: ٦٢ـ ❹ - قيمة الزمن عند العلماء، ص: ٢٥ـ

"میں نے صوفیوں کی صحبت اپنائی، تو مجھے ان سے سوائے دو باتوں کے کوئی فائدہ نہیں ہوا، ان میں سے ایک بات ؛صوفیوں کا یہ کہنا: وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس سے نہیں کاٹو گے تو یہ تمہیں کاٹ دے گی، اور دوسری بات انہوں نے ذکر کی: اگر تم اپنے نفس کو حق میں مصروف کر دو گے (تو تیرے لیے خیر ہے) وگرنہ وہ (نفس) تمہیں باطل میں مصروف کر دے گا۔"

فائدہ:

نفس ایک ایسی چیز ہے کہ انسان اسے جس چیز کا عادی بنائے وہ اسی کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر اسے خیر کا عادی بناؤ تو وہ خیر پر قائم ہو جائے گا اور اگر شر اور بری خواہشات کا عادی بناؤ گے تو یہ اسی طرف مائل ہوگا جیسے مشہور شعر ہے:

وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ اِذَا رَغَّبْتَهَا

وَ اِذَا تُرَدُّ اِلَى قَلِيْلٍ تَقْنَعُ

"اور نفس جب تم اسے (خواہشات کی) رغبت دو گے تو یہ مزید رغبت کرے گا۔ اور جب تھوڑے کی طرف اسے لوٹا دیا جائے تو (تھوڑے) پر قناعت کر لیتا ہے۔"

❁ حاتم الاصم رحمہ اللہ (ت: ۲۳۷ھ) کا قول:

قَالَ رَجُلٌ لِحَاتِمِ الْاَصَمِّ: مَا تَشْتَهِي ؟قَالَ اَشْتَهِي عَافِيَةً يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ، فَقِيْلَ لَهُ :اَلَيْسَتْ الْاَيَّامُ كُلُّهَا عَافِيَةً ؟قَالَ : اِنَّ عَافِيَةَ يَوْمِي اَنْ لَا اَعْصِيَ اللّٰهَ فِيْهِ۔ [1]

---

[1] - صفة الصفوة لابن الجوزي، ۴/ ۱۶۲۔

"ایک آدمی نے حضرت حاتم الاصم رحمہ اللہ سے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ دن، رات تک عافیت والا ہو، ان سے کہا گیا: کیا سارے دن عافیت والے نہیں ہوتے؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے دن کی عافیت یہی ہے کہ میں نے اس (دن) میں اللہ کی نافرمانی نہ کی ہو۔

فائدہ:

اللہ کے بندوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر دن کو اللہ کی رضا مندی میں گزارنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر وہ دن جس میں وہ نافرمانی سے بچے رہیں ان کے لیے مسرت اور خوشی کا دن ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی توفیق دے۔ آمین۔

ذوالنون رحمہ اللہ (ت:۲۴۶ھ) کا قول:

مِنْ عَلَامَاتِ الْمُحِبِّ لِلّٰهِ تَرْكُ كُلِّ مَنْ شَغَلَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰى يَكُوْنَ الشُّغْلُ كُلُّهُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ۔ [1]

"اللہ سے محبت کرنے والے کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ بندہ ہر اس (شخص یا چیز) کو چھوڑ دے جو اللہ سے مشغول کرے یہاں تک کہ مشغولیت ساری کی ساری اللہ وحدہ کے ساتھ ہو جائے۔"

یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ (ت:۲۵۸ھ) کا قول:

دُمْ جِهَازَكَ وَهَيِّئْ زَادَكَ وَتَهَيَّأْ لِلْعَرْضِ عَلٰى رَبِّكَ جَلَّتْ عَظْمَتُهُ۔ [2]

"اپنی تیاری ہمیشہ رکھو، اپنا سامان تیار رکھو، اور اپنے رب کے ہاں پیشی کے لیے تیار رہو، جو بہت عظمت والا ہے۔"

---

[1] - الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص:۷۸۔ [2] - الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص:۱۹۷۔

مزید فرماتے ہیں: يَاابْنَ آدَمَ !اَللَّيْلُ طَوِيْلٌ فَلَا تُقَصِّرْهُ بِمَنَامِكَ وَالنَّهَارُ نَقِيٌّ فَلَا تُدَنِّسْهُ بِآثَامِكَ۔ [1]

"اے آدم کے بیٹے! رات لمبی ہے اسے اپنی نیند سے چھوٹا نہ کرو، اور دن صاف شفاف ہے اسے اپنے گناہوں سے پراگندہ (میلا) نہ کرو"

ابو یزید طیفور بن علی البسطامی رحمہ اللہ (ت: ۲۶۱ھ) کا قول:

اِنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ رَأْسُ مَالِ الْمُؤْمِنِ رِبْحُهَا اَلْجَنَّةُ وَخُسْرَانُهَا اَلنَّارُ۔ [2]

" دن اور رات مومن کا اصل مال ہیں ان کا نفع جنت اور خسارہ آگ ہے۔

جنید البغدادی رحمہ اللہ (ت: ۲۹۸ھ) کا قول:

قَالَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ : جُمَّاعُ الْخَيْرِ كُلُّهُ فِيْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ ! اِنْ لَمْ تَمْضِ نَهَارُكَ بِمَا هُوَ لَكَ فَلَا تَمْضِهِ بِمَا عَلَيْكَ وَاِنْ لَمْ تَصْحَبِ الْاَخْيَارَ فَلَا تَصْحَبِ الْاَشْرَارَ وَاِنْ لَمْ تُنْفِقْ مَالَكَ فِيْمَا لِلّٰهِ فِيْهِ رِضًى فَلَا تُنْفِقْهُ فِيْمَا لِلّٰهِ فِيْهِ سَخَطٌ۔ [3]

"انہوں نے ایک آدمی کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے کہا: ہر قسم کی خیر تین چیزوں میں ہے: اگر تم اپنا دن ایسے کام میں نہیں گزارتے جو تیرے لیے فائدہ مند ہو تو پھر اسے ایسے کام میں بھی مت گزارو جو تیرے لیے نقصان دہ ہو، اگر تم اچھے لوگوں کی صحبت نہیں اپناتے تو برے لوگوں کی صحبت بھی نہ اپناؤ، اگر تم اپنے مال کو ایسے کام میں نہیں خرچ کرتے جو اللہ کی

---

[1] - صفة الصفوة لابن الجوزيؒ،۴/ ۹۴۔ [2] - الزهد الكبير للبيهقيؒ،ص: ۲۹۷۔

[3] - الزهد الكبير للبيهقيؒ،ص: ۲۹۰۔

رضا والا ہے تو پھر ایسے کام میں بھی مت خرچ کرو جس میں اللہ کی ناراضگی ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

اَلْعُمْرُ قَصِيْرٌ وَالْوَقْتُ ضَيِّقٌ وَالْاَيَّامُ تَقْضِي ،وَلَيْسَ فِي الْوَقْتِ فَضْلٌ۔ [1]

"عمر تھوڑی ہے، وقت تنگ ہے، دن گزر رہے ہیں، اور وقت میں کچھ زائد نہیں۔"

مراد مومن کی زندگی بڑی قیمتی ہے، اسے اپنی منزل (جنت) تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کرنی ہے اس لیے منزل دور ہے وقت تھوڑا، لہذا مومن کے لیے فضولیات کے لیے کوئی وقت نہیں بالخصوص علماء وطلباء کے لیے جو اس امت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

خُلَید بن عبداللہ العصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اَلْمُؤمِنُ لَا تَلْقَاهُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: مَسْجِدٌ يَعْمُرُهُ اَوْ بَيْتٌ يَسْتُرُهُ اَوْحَاجَةٌ مِنْ اَمْرِدُنْيَاهُ لَا بَأسَ بِهَا۔ [2]

"تم مومن کو صرف تین حالتوں میں ملو گے: مسجد کو آباد کیے ہوئے، یا گھر میں چھپے ہوئے یا دنیا کی کسی ایسی ضرورت پورا کرنے میں جس میں (شرعی طور پر) کوئی حرج نہیں۔"

ابو سعید الخزاز رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

الاشتغال بوقتٍ ماضٍ تَضْيِيعُ وَقْتٍ ثَانٍ۔ [3]

"گزرے ہوئے وقت میں مصروف ہونا، دوسرے وقت کو ضائع کرنا ہے۔"

یعنی گزرے ہوئے اوقات کی گفتگو یا گزرے ہوئے معاملات میں الجھنا موجودہ وقت کو ضائع کرنا ہے۔

---

[1] - الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص: ٢٩٧ - [2] الزهد للامام احمدؒ، ص: ٢٩٠۔

[3] - الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص: ١٩٧ ومختصر تاريخ دمشق، ٣/ ٢٠٥۔

۞ ابراہیم بن شیبان الزاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

مَنْ حَفِظَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَوْقَاتَهٗ فَلَا يُضَيِّعُهَا بِمَا لَا يَرْضَى اللّٰهُ فِيْهِ حَفِظَ اللّٰهُ عَلَيْهِ دِيْنَهٗ وَ دُنْيَاهُ ۔[1]

"جس نے اپنی ذات پر اپنے اوقات کی ہمیشہ حفاظت کی کہ انہیں اللہ کی ناراضگی میں ضائع نہ کیا تو اللہ اس پر اس کے دین و دنیا کو محفوظ کر دے گا"

۞ یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: وَيْحَكَ يَا يَزِيْدُ ....مَنْ ذَاالَّذِی يُصَلِّی عَنْكَ بَعْدَ الْمَوْتِ ؟ مَنْ ذَاالَّذِی يُرْضِیْ رَبَّكَ بَعْدَالْمَوْتِ ؟ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَيُّهَا النَّاسُ، اَلَا تَبْكُوْنَ وَ تَنُوْحُوْنَ عَلَى اَنْفُسِكُمْ بَاقِیْ حَيَاتِكُمْ ؟ وَيَامَنِ الْمَوْتُ مَوْعِدُهٗ وَالْقَبْرُ بَيْتُهٗ وَالثَّرٰى فِرَاشُهٗ وَالدُّوْدُ اَنِيْسُهٗ ، وَهُوَمَعَ هٰذَا يَنْتَظِرُ الْفَزَعَ الْاَكْبَرَ كَيْفَ تَكُوْنُ حَالُهٗ ؟[2]

"تیری ہلاکت اے یزید! ..... کون ہے جو موت کے بعد تیری طرف سے نماز پڑھے گا؟ کون ہے جو موت کے بعد تیری طرف سے روزے رکھے گا؟ کون ہے جو تیرے رب کو موت کے بعد راضی کرے گا؟ اے لوگو! تم روتے نہیں اپنی باقی ماندہ زندگی پر، اپنے اوپر نوحہ نہیں کرتے؟ اے ہر وہ شخص! موت جس کا وعدہ ہے، قبر جس کا گھر ہے، مٹی جس کا بستر ہے اور کیڑے جس کے ساتھی ہوں گے اور باوجود اس کے وہ شخص بڑی گھبراہٹ کا انتظار کر رہا ہے، اس کی کیا حالت ہوگی؟"

---

[1] - الزهدالكبير للبيهقي،ص:۲۹۸۔ [2] - اين نحن من هولاء:۲ / ۴۳۔

﴿۞﴾ احمد بن مسروق الطوسی رحمہ اللہ کا قول:

أَنْتَ فِي هَدْمِ عُمْرِكَ مُنْذُ خَرَجْتَ مِنْ بَطْنِ أُمِّكَ۔ ❶

"تم جب سے اپنی ماں کے شکم سے نکلے ہو اپنی عمر کم کر رہے ہو۔"

﴿۞﴾ ابن الفرجی رحمہ اللہ کا قول:

مَنْ لَمْ يَغْتَنِمِ الْفُرْصَةَ فِي وَقْتِ الْإِمْكَانِ وَرِثَ النَّدَمَ فِي وَقْتِ عَدَمِ الْوُجُودِ۔ ❷

"جو ممکن وقت میں فرصت سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ ناممکن وقت میں ندامت کا وارث ہوتا ہے۔"

مراد جب جوانی تھی، فرصت و فراغت تھی، حالات سازگار تھے لیکن فائدہ نہ اٹھایا، اپنے مقصد کو نہ پہچانا تو جب بڑھاپا آیا گیا، اعضاء کمزور پڑ گئے، اب عبادت صحیح طور پر نہیں ہوسکتی تو اب ندامت ہی ہے کہ کاش میں جوانی میں، صحت وتندرستی میں عبادت کرتا۔

﴿۞﴾ عبداللہ بن منازل رحمہ اللہ کا قول:

مَنِ اشْتَغَلَ بِالْأَوْقَاتِ الْمَاضِيَةِ وَالْآتِيَةِ ذَهَبَ وَقْتُهُ بِلَا فَائِدَةٍ۔ ❸

"جو شخص گزرے ہوئے اور آنے والے وقت میں مصروف ہوا اس کا وقت بے فائدہ گیا۔"

﴿۞﴾ ابوالقاسم النصراباذی رحمہ اللہ کا قول:

مُرَاعَاةُ الْأَوْقَاتِ مِنْ عَلَامَاتِ التَّيَقُّظِ۔ ❹

"اپنے اوقات کا خیال رکھنا، بیدار مغز ہونے کی علامات میں سے ہے۔"

---

❶ صفة الصفوة لابن الجوزی، ص:٤/١٢٩۔ ❷ - الزهد الكبير للبيهقی، ص:١٩٩۔

❸ الزهد الكبير للبيهقی، ص:١٩٦ ❹ - الزهد الكبير للبيهقی، ص:١٩٧

احمد بن عاصم الانطاکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

هٰذِهِ غَنِيمَةٌ بَارِدَةٌ أَصْلِحْ مَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِكَ يُغْفَرْلَكَ مَا مَضَى [1]

"یہ بڑی بھلی غنیمت ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی کی اصلاح کرلو، تو سابقہ زندگی بخش دی جائے گی۔"

بعض الحکماء کا قول:

فرماتے ہیں: قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ: عَجِبْتُ مِمَّنْ يَحْزَنُ عَلَى نُقْصَانِ مَالِهِ وَلَا يَحْزَنُ مِنْ فَنَاءِ عُمُرِهِ وَعَجِبْتُ مِنَ الدُّنْيَا مَوَلِّيَةً عَنْهُ وَالْآخِرَةِ مُقْبِلَةً إِلَيْهِ يَشْتَغِلُ بِالْمُدْبِرَةِ وَيُعْرِضُ عَنِ الْمُقْبِلَةِ [2]

" کسی دانا کا کہنا ہے: کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوا جو مال کے کم ہونے پر پریشان ہوتا ہے، اپنی عمر کے ختم ہونے پر پریشان نہیں ہوتا اور مجھے تعجب ہوا کہ دنیا اس سے منہ پھیر رہی ہے اور آخرت اس کی طرف بڑھ رہی ہے، پر وہ پیٹھ پھیرنے والی (دنیا) میں مشغول ہے اور اس کی طرف متوجہ ہونے والی (آخرت) سے اعراض کر رہا ہے۔

بعض الحکماء کا قول:

قَالَ حَكِيمٌ: اَلْوَقْتُ أَنْفَاسٌ لَا تَعُوْدُ۔

" کسی دانا کا کہنا ہے: وقت وہ سانس ہیں جو کبھی نہیں لوٹ سکتے۔

بعض سلف کا قول:

مِنْ عَلَامَةِ الْمَقْتِ إِضَاعَةُ الْوَقْتِ۔

"سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے، اللہ کی ناراضگی کی علامت، (زندگی کے)

---

[1] طبقات الصوفية، ص:۱۳۹تا۱۴۰۔ [2] -الزهدالكبيرللبيهقی، ص:۲۰۲

وقت کا ضائع ہونا ہے۔

عامر بن عبد قیس التابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ : كَلِّمْنِي فَقَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ قَيْسٍ : اَمْسِكِ الشَّمْسَ حَتّٰى اُكَلِّمَكَ ۔ [1]

ایک آدمی نے ان سے کہا: آپ میرے ساتھ باتیں کریں تو عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: سورج کی حرکت کو روک دو، تاکہ میں تجھ سے باتیں کر سکوں"۔

[1] - قيمة الزمن عند العلماء، ص:٢٦.

باب پنجم:

اہمیتِ وقت اور اعمالِ سلف

فصل اول: اعمال صحابہ رضی اللہ عنہم

اس باب میں ہم سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور مابعد کے لوگوں کے کچھ اعمال ذکر کریں گے کہ وہ کس قدر اپنی زندگی کو قیمتی سمجھتے تھے۔ خصوصاً عبادت میں کتنا وقت گزارتے تھے۔ تاکہ ہمارے اندر بھی شوقِ عبادت پیدا ہو، ہم بھی اپنی زندگیوں کو ان کے انداز میں گزارنے کی کوشش کریں۔

چونکہ یہ اس امت کا خاصہ ہے کہ اس امت کی طرف نازل کردہ کتاب ہی نہیں بلکہ اس امت کے نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ اس امت کے طبقہ اولیٰ کے اشخاص کی زندگیاں بھی محفوظ ہیں جو کہ ہمارے لیے بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔

جو قوم اپنے اسلاف کو سامنے رکھے وہ بہت خیر میں رہتی ہے۔ ان کے تجربات سے ہمیشہ مستفید ہوتی ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ خود تجربہ بننے کی بجائے دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ہمارے اسلاف دنیا کی حقیقت، آخرت کی فکر اور خیر کی جستجو اور شر سے نفرت و دوری میں اپنی مثال آپ تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّياً فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوْباً، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفاً وَأَقْوَمَهَا هَدْياً وَأَحْسَنَهَا حَالًا قَوْماً اِخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِقَامَةِ دِيْنِهِ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ فِيْ آثَارِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ.

جامع بيان العلم وفضله ٢/ ١٣٤، السلسلة الصحيحة تحت رقم الحديث: ٢٦٤٨

"جو تم میں سے اقتداء کرنے والا ہے تو اسے چاہیے کہ محمد ﷺ کے اصحاب کی اقتداء کرے، کیونکہ وہ اس امت میں سے سب سے بڑھ کر نیک دل، علم کے اعتبار سے گہرے، تکلف میں سب سے کم، سیرت کے اعتبار سے سب سے پکے، حالت کے اعتبار سے سب سے اچھے، ایسی قوم جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اقامتِ دین کے لیے منتخب کیا تھا، پس تم ان کی فضیلت کو جانو اور ان کے نشانات کی پیروی کرو، کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔"

۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (ت: ۷۳ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مِنكُمْ مُسْتَنّاً فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ ، أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا خَيْرَهٰذِهِ الْأُمَّةِ ، أَبَرَّ هَا قُلُوْباً وَأَعْمَقَهَا عِلْماً وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفاً قَوْمٌ اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِنَبِيِّهٖ ﷺ وَ نَقْلِ دِيْنِهٖ فَتَشَبَّهُوْا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ فَهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ۔ [1]

"جو شخص تم میں سے پیروی کرنے والا ہے تو وہ ان کی پیروی کرے جو فوت ہو گئے ہیں، یہی محمد ﷺ کے ساتھی ہیں جو اس امت میں سب سے بہترین تھے، سب سے بڑھ کر نیک دل، سب سے گہرے علم میں، سب سے کم تکلفات میں، ایسی قوم جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کو نقل کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ پس تم ان کے اخلاق اور طور طریقے کی مشابہت اپناؤ پس وہ محمد ﷺ کے اصحاب تھے اور سیدھی راہ پر تھے۔"

۞ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ت: ۳۲ھ):

كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضى الله عنه إِذَا هَدَاَتِ الْعُيُوْنُ قَامَ فَيُسْمَعُ لَهُ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ [2]

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب لوگ سو جاتے تو قیام کرتے (رونے کی وجہ سے) ان

---

[1] - حلية الاولياء، ج: ۱، ص: ۳۰۵ [2] - اين نحن من هولاء، ۱۰ / ۲۱۹.

کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) صبح کرتے"

۞ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (ت ۳۵ھ):

كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّان رِضِىَ اللّٰه عَنهُمَا يَصُومُ الدَّهْرَوَيَقُومُ اللَّيْلَ اِلَّا هَجْعَهُ مِنْ اَوَّلِهٖ۔❶

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ زندگی بھر نفلی روزہ رکھتے اور رات کے ابتدائی حصہ میں کچھ سونے کے علاوہ، رات بھر قیام کرتے تھے۔"

۞ ابو ہریرۃ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ (ت:۵۷ھ)

عَنْ اَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِیؒ قَالَ تَضَيَّفْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رضى الله عنه سَبْعًا فَكَانَ هُوَ وَامْرَاَتُهٗ وَخَادِمُهٗ يَتَعَقَّبُوْنَ اللَّيْلَ اَثْلَاثًا يُصَلِّى هَذَاثُمَّ يُوْقِظُ هَذَا وَيُصَلِّى هَذَا ثُمَّ يُوْقِظُ هَذَا۔❷

"حضرت ابو عثمان نہدیؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سات دن ضیافت (مہمان نوازی) کی تو وہ (ابو ہریرہؓ)، انکی بیوی اوران کے خادم تین حصوں میں رات کی باری مقرر کر لیتے، پس یہ نماز پڑھتے پھر وہ اس (دوسرے کو) بیدار کر دیتے تو وہ نماز پڑھتے پھر وہ (دوسرا شخص) اس (تیسرے) کو بیدار کر دیتا۔"

۞ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ (ت ۵۸ھ):

عَنْ شَدَّادِبْنِ اَوْسٍ رضى الله عنه اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْفِرَاشَ يَتَقَلَّبُ

❶ - حلية الاولياء، ۱/۵٦، و صفة الصفوة، ۱/۳۰۲۔ ❷ - صفة الصفوة، ۱/٦۹۲۔

عَلٰی فِرَاشِهٖ لَا يَأتِيهِ النَّوْمُ فَيَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنَّ النَّارَ اَذْهَبَتْ مِنِّي النَّومَ فَيَقُوْمُ فَيُصَلِّي حَتّٰى يُصْبِحَ۔ ❶

"حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ جب وہ اپنے بستر پر آتے تو بستر پر پہلو بدلتے رہتے، انہیں نیند نہ آتی تو کہتے اے اللہ! یقیناً (جہنم کی) آگ میری نیند لے گئی تو اٹھ کھڑے ہوتے، نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ (اسی حالت میں) صبح کرتے۔

۞ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (ت:۷۳ھ):

عَنْ نَافِعٍ اَنَّهُ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحْيِ اللَّيْلَ صَلَاةً ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا نَافِعُ! اَسْحَرْنَا؟ فَاَقُوْلُ: لَا فَيُعَاوِدُ الصَّلَاةَ اِلٰی اَنْ اَقُوْلَ: نَعَمْ فَيَقْعُدُ وَيَسْتَغْفِرُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى يُصْبِحَ۔ ❷

"حضرت نافع رحمہ اللہ مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات بھر قیام میں پھر کہتے نافع! کیا سحری کا وقت ہوگیا ہے تو میں کہتا نہیں تو وہ دوبارہ نماز پڑھنا شروع کردیتے یہاں تک کہ میں کہتا: جی ہاں وقت ہوگیا ہے، تو بیٹھ جاتے، استغفار کرتے، دعا مانگتے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) صبح کرتے۔

سُئِلَ نَافِعٌ مَا كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَصْنَعُ فِي مَنْزِلِهٖ ؟ قَالَ: اَلْوَضُوْءُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَالْمُصْحَفُ فِيْمَا بَيْنَهُمَا۔ ❸

"نافع رحمہ اللہ پوچھا گیا: کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر میں کیا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہر نماز کے لیے وضو اور دو نمازوں کے درمیان قرآن پڑھتے رہتے۔"

حظہ: یعنی ان کا وقت نماز کی تیاری یا قرآن کی تلاوت کرنے میں گزرتا اور فضولیات سے محفوظ رہتے۔

---

❶ - حلیة الاولیاء، ۱/ ۲٦٤۔ ❷ - این نحن من هولاء، ۱۰/ ۲۲۱۔

❸ - این نحن من هولاء، ۲۰/ ۳۹۔

فصل دوم: اعمالِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تابعین رحمۃ اللہ علیہم بھی اپنے اوقات کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھتے تھے، چند تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال حاضر خدمت ہیں:

❁ مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ (ت: ٦٣ھ):

عَنْ اَبِی اِسْحَاق قَالَ : حَجَّ مَسْرُوْقٌ فَلَمْ يَنَمْ اِلَّا سَاجِدًا عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى رَجَعَ۔ ❶

"ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضرت مسروق نے حج کیا (تو شدت سے عبادت میں مصروف رہے) حتی کہ واپس لوٹنے تک صرف حالت سجدہ میں (تھوڑا بہت) سوتے۔"

عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ سِيْرِيْنَ : اَنَّ امْرَاَةَ مَسْرُوْقٍ قَالَتْ : كَانَ يُصَلِّيْ حَتّٰى تَوَرَّمَ قَدَمَاهُ ، فَرُبَّمَا جَلَسْتُ خَلْفَهٗ اَبْكِيْ مِمَّا اَرَاهُ يَصْنَعُ بِنَفْسِهٖ۔ ❷

"حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسروق کی بیوی نے بیان کیا: حضرت مسروق اتنی لمبی نماز پڑھتے کہ دونوں پاؤں میں ورم (سوزش) آجاتی، بسا اوقات میں ان کے پیچھے بیٹھ کر ان کا اپنے آپ کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر رو پڑتی۔

قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رحمۃ اللہ علیہ : كَانَ مَسْرُوْقٌ يُرْخِي السِّتْرَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اَهْلِهٖ ثُمَّ يُقْبِلُ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَيُخَلِّيْهِمْ وَدُنْيَاهُمْ۔ ❸

"ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: مسروق اپنے اور اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال لیتے اور اپنی نماز میں ایسے متوجہ ہوتے کہ اہل وعیال اور ان کی دنیا سے بالکل بیگانے ہو جاتے۔

---

❶ - صفة الصفوة، ٣٠/ ٢٥۔ ❷ - صفة الصفوة، ٣٠/ ٢٥۔ ❸ - صفة الصفوة، ٣٠/ ٢٥۔

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۶۷ھ):

احنف بن قیسؒ کے غلام بیان کرتے ہیں:

كَانَ الْاَحْنَفُ قَلَّمَا خَلَا اِلَّا دَعَا بِالْمُصْحَفِ۔[1]

"احنف بہت کم فارغ ہوتے وگرنہ مصحف (قرآن پاک) منگوا لیتے اور پڑھتے رہتے۔"

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۰۱ھ):

حضرت مغیرہ بن حکیم فرماتے ہیں مجھے حرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان نے بتلایا وہ کہتی ہیں: يَكُوْنُ فِي النَّاسِ مَنْ هُوَ اَكْثَرُ صَوْماً وَصَلَاةً مِنْ عُمَرَ وَمَارَاَيْتُ اَحَدًا اَشَدَّ فَرَقاً مِنْ رَبِّهٖ مِنْ عُمَرَ، كَانَ اِذَ صَلَّى الْعِشَاءَ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتّٰى يَغْلِبَهُ النَّوْمُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو رَافِعاً يَدَيْهِ يَبْكِي حَتّٰى تَغْلِبَهُ عَيْنَاهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ لَيْلَهُ اَجْمَعَ۔[2]

" لوگوں میں ایسے ہوں گے جو عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نماز روزہ میں بڑھ کر ہوں لیکن میں نے عمر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اپنے رب سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، وہ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں ہی بیٹھ جاتے، ہاتھ اٹھاتے مسلسل روتے رہتے حتیٰ کہ ان پر نیند غالب آجاتی پھر اچانک چونک کر بیدار ہوتے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ پھر بھی آنکھیں ان پر غالب آجاتیں، رات بھر اسی طرح کرتے رہتے۔"

---

[1] الزھد للامام احمدؒ، ص: ۲۸۶ ۔ [2] - تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۱۲۰۔

۞ سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۰۵ھ)

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ : مَافَاتَتْنِي التَّكْبِيرَةُ الْأُولٰى مُنْذُ خَمْسِينَ سَنَةً وَمَانَظَرْتُ فِي قَفَا رَجُلٍ فِي الصَّلَاةِ مُنْذُ خَمْسِينَ سَنَةً۔ [1]

"حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پچاس سال سے مجھ سے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی اور نہ ہی پچاس سال سے میں نے نماز میں کسی آدمی کی گدی کو دیکھا ہے۔

فائدہ:

مراد پچاس سال سے نہ تکبیر اولیٰ کے بغیر اور نہ ہی صف اول کے بغیر نماز ادا کی، آج ہمیں یہ باتیں نہ ممکن سی لگتی ہیں، لیکن اگر قرون اولیٰ کو دیکھا جائے تو یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنی زندگی کو بڑا محدود کر رکھا تھا، اسباب زندگی کو زیادہ طول نہیں دیا تھا نہ ہی وسائل کی بھرمار تھی اور نہ ہی لمبی امیدوں کے تانے بانے بنتے تھے، بلکہ ان میں سے ہر شخص دنیا کی نسبت آخرت کو زیادہ قریب اور یقینی سمجھتا تھا۔ اللہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞ حسن بن یسار البصری رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۱۰ھ)

قِيلَ لَهُ يَا اَبَا سَعِيدٍ : اَلَا تَغْسِلُ قَمِيصَكَ ؟ قَالَ : فَقَالَ : مَااَرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذَالِكَ۔ [2]

"حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: اے ابوسعید! کیا آپ اپنی قمیص نہیں دھوئیں گے؟ ہشام کہتے ہیں، انہوں نے کہا: میں (موت) کا معاملہ اس سے بھی زیادہ جلدی خیال کرتا ہوں۔

---

[1] - حلیۃ الاولیاء:۲/ ۱۶۳۔ [2] - الزھد للامام احمدؒ:۳۳۹۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۱۴ھ)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : لَزِمْتُ عَطَاءً ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً وَكَانَ بَعْدَ مَا كَبُرَ وَضَعُفَ يَقُوْمُ اِلَى الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ مِئَتَيْ آيَةٍ مِنَ الْبَقَرَةِ وَهُوَ قَائِمٌ لَا يَزُوْلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا يَتَحَرَّكُ۔[1]

"ابن جریج کہتے ہیں: میں اٹھارہ سال حضرت عطاء کے ساتھ رہا، وہ بوڑھے اور ضعیف ہونے کے باوجود نماز میں قیام کے دوران سورۃ بقرہ کی دوسو آیات پڑھ لیتے اور جسم کا کوئی حصہ نہ جھکتا، نہ حرکت کرتا۔

❁ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۲۶ھ)

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ : كَانَ عَمْرُوبْنُ دِيْنَارٍ جَزَّاَ اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ اَجْزَآءٍ، ثُلُثًا يَنَامُ ، وَثُلُثًا يَدْرُسُ حَدِيْثَهُ ، وَثُلُثًا يُصَلِّي۔[2]

"سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: حضرت عمرو بن دینار نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک تہائی سونے میں، ایک تہائی اپنی (یادشدہ) حدیث پڑھنے اور ایک تہائی نماز پڑھنے میں۔

❁ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۳۱ھ)

قَالَ سَلَّامُ بْنُ اَبِي مُطِيْعٍ: دَخَلْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ لَيْلًا وَهُوَ فِي بَيْتٍ بِغَيْرِ سِرَاجٍ وَفِي يَدِهِ رَغِيْفٌ يَكْدِمُهُ فَقُلْنَا لَهُ : اَبَا يَحْيٰى اَلَا سِرَاجٌ؟ اَلَا شَيْءٌ تَضَعُ عَلَيْهِ خُبْزَكَ ؟ فَقَالَ : دَعُوْنِي فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَنَادِمٌ

[1] - سیر اعلام النبلاء: ۵/ ۸۷۔ [2] - سیر اعلام النبلاء: ۵/ ۳۰۲۔

عَلیٰ مَامَضٰی۔ ❶

"سلام بن ابی مطیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں ایک رات مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا وہ بغیر چراغ جلائے گھر میں بیٹھے تھے، ان کے ہاتھ میں خشک روٹی تھی جسے وہ چبا رہے تھے، تو ہم نے ان سے کہا: اے ابو یحییٰ کیا کوئی چراغ نہیں ہے؟ کیا کوئی چیز نہیں ہے جس پر اپنی روٹی رکھ لیں؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے (میری حالت پر) چھوڑ دو، پس اللہ کی قسم میں اپنی گزری ہوئی زندگی پر نادم ہوں۔"

فصل سوم: اعمال تبع الاتباع ومن بعدہم رحمۃ اللہ علیہم

۞ سلیمان بن طرخان التیمی رحمۃ اللہ علیہ (ت:۱۴۳ھ):

قَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ : مَا اَتَیْنَا سُلَیْمَانَ فِی سَاعَةٍ یُطَاعُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْهَا اِلَّا وَجَدْنَاہُ مُطِیْعاً فَاِنْ کَانَ فِی سَاعَةِ صَلَاۃٍ وَجَدْنَا مُصَلِّیاً فَاِنْ لَمْ تَکُنْ سَاعَةُ صَلَاۃٍ وَجَدْنَاہُ اِمَّا مُتَوَضِّاً اَوْ عَائِدًا مَرِیْضاً اَوْ مُتْبِعاً لِلْجَنَازَۃِ اَوْ قَاعِدًا یُسَبِّحُ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ فَکُنَّا نَرٰی اَنَّہٗ لَا یُحْسِنُ اَنْ یَعْصِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ۔ ❷

"حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم جب بھی سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی ایسی گھڑی میں آئے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جا سکتی ہے تو ہم نے انہیں مطیع ہی پایا اگر وہ نماز کی گھڑی ہوتی تو ہم نے انہیں حالتِ نماز میں ہی پایا، اگر نماز کا وقت نہ ہوتا تو ہم انہیں یا تو وضو کرتے ہوئے یا مریض کی عیادت کرتے ہوئے یا جنازے کی پیروی کرتے ہوئے یا مسجد میں بیٹھے تسبیحات کرتے پایا۔ حماد

---

❶ - حلیة الاولیاء:٦/١٨٩۔ ❷ صفة الصفوة،٣/٢٩٧۔

کہتے ہیں: ہم دیکھتے تھے کہ وہ اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے۔

❁ سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ (ت:۱۶۱ھ):

قَالَ اَبُو مُحَمَّدٍ الْبَغْلَانِیُ ثَنَا عَبْدُاللّٰہِ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَتْبَعُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیَّ فَیَجِدُہُ اَبَدًا یُخْرِجُ مِنْ لَبِنَۃٍ رُقْعَۃً یَنْظُرُ فِیْھَا فَاَحَبَّ اَنْ یَعْلَمَ مَا فِیْھَا فَوَقَعَ فِی یَدِہِ الرُّقْعَۃُ فَاِذَا فِیْھَا مَکْتُوْبٌ سُفْیَانُ ! اُذْکُرْ وُقُوْفَکَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ [1]

ابو محمد بغلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہمیں عبداللہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا (عمل دیکھنے کے لیے) پیچھا کرتا تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ ہمیشہ دیوار سے اینٹ نکال کر ایک رقعہ کو دیکھتے، تو اس آدمی نے چاہا کہ دیکھوں اس میں کیا ہے؟ بالآخر رقعہ اس کے ہاتھ میں لگ گیا، جب دیکھا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی "اے سفیان! اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے کو یاد کرو۔"

ملاحظہ:

اگر اس پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر اپنے آپ کو کس قدر وعظ و نصیحت کرنے میں مصروف رہتے تھے اور اپنے نفس کو تذکیر کرنے میں ہر ممکن اسباب اپناتے تھے، کیونکہ فتنے اس وقت بھی تھے، خواہشاتِ نفسانی کے جال اس وقت بھی موجود تھے، لیکن انہوں نے آخرت کے راہی بن کر زندگی بسر کی اور ہمیشہ اپنی آخرت کو ہی مدنظر رکھا۔

---

[1] - حلیۃ الاولیاء، ۵/۷۔

۞ حماد بن سلمۃ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (ت:١٦٧ھ):

قَالَ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ: لَوْقُلْتُ لَكُمْ اِنِّى مَارَاَيْتُ حَمَّادَبْنَ سَلْمَةَ ضَاحِكاً قَطُّ صَدَقْتُكُمْ كَانَ مَشْغُوْلًا بَنَفْسِهِ اِمَّا اَن يُحَدِّ ثُ وَ اِمَّاَا اَنْ يَقْرَاَ وَاِمَّا اَنْ يُسَبِّحَ وَاِمَّااَنْ يُصَلِّيَ كَانَ قَدْ قَسَمَ النَّهَارَ عَلٰى هٰذِهِ الْاَعْمَالِ۔ ❶

" موسیٰ بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے حماد بن سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا تو میں نے تم سے سچ کہا، وہ ہمیشہ اپنے آپ میں مصروف رہتے، یا تو حدیث بیان کرتے ہوئے، یا قرآن پڑھتے ہوئے، یا (اللہ کی) تسبیح پڑھتے ہوئے، یا نماز پڑھتے ہوئے غرضیکہ انہوں نے دن کو انہی اعمال میں تقسیم کر رکھا تھا۔"

۞ علی، حسن ابنا صالح رحمۃ اللہ علیہم (ت:١٥٤ھ و ت:١٦٩ھ):

قَالَ وَكِيعُ بْنُ الْجَرَاحِ: كَانَ عَلِيٌّ وَالْحَسَنُ اِبْنَا صَالِحِ بْنِ حَيٍّ وَاُمُّهُمْ قَدْ جَزَّؤُوا اللَّيْلَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْمُ الثُّلُثَ ثُمَّ يَنَامُ وَيَقُوْمُ الْحَسَنُ الثُّلُثَ ثُمَّ يَنَامُ وَتَقُوْمُ اُمُّهُمَا الثُّلُثَ فَمَاتَتْ اُمُّهُمَا فَجَزَّاَ اللَّيْلَ بَيْنَهُمَا فَكَانَ يَقُوْمَانِ بِهٖ حَتّٰى الصَّبَاحِ ثُمَّ مَاتَ عَلِيٌّ فَقَامَ الْحَسَنُ بِهٖ كُلِّهٖ۔ ❷

" وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: صالح بن حی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں بیٹے علی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی ماں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا، پس رات کا ایک تہائی حصہ علی رحمۃ اللہ علیہ قیام کرتا پھر سو جاتا اور ایک تہائی حسن رحمۃ اللہ علیہ قیام کرتا پھر سو جاتا پھر ان کی والدہ ایک تہائی رات قیام کرتی حتی کہ جب ان کی والدہ وفات پا گئی تو ان دونوں نے رات کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا حتی کہ دونوں رات ایک ایک حصہ قیام کرتے صبح تک

---

❶ - صفة الصفوة ٣/ ٣٦٢۔ ❷ - صفة الصفوة ٤ / ١٥٢۔

پھر جب علی رحمہ اللہ بھی فوت ہو گئے تو حسن رحمہ اللہ رات بھر قیام کرتے۔"

وکیع بن جراح الکوفی رحمہ اللہ (ت: ۱۹۷ھ):

كَانَ وَكِيعٌ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ ثُمَّ يَقُوْمُ فِي آخِرِ اللَّيْلِ فَيَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَأْخُذُ فِي الْاِسْتِغْفَارِ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ۔ [1]

"وکیع بن جراح رحمہ اللہ رات کو ایک تہائی قرآن پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے پھر رات کے آخری پہر قیام کرتے اور مفصلات سورتیں پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے اور استغفار پڑھنا شروع کر دیتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی پھر (صبح) کی دو رکعتیں پڑھتے۔"

مزید ان کے بارے میں یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفر و حضر میں ان کی صحبت اختیار کی وہ ہمیشہ نفلی روزہ رکھتے اور ہر رات قرآن مکمل کرتے تھے۔ اللہ ہمیں بھی اپنی اطاعت کی توفیق دے آمین۔

اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے علم وحفظ، حلم و بردباری اور خشیت الٰہی میں ان (وکیع بن جراح رحمہ اللہ) جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (ت: ۲۰۴ھ):

قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ: كَانَ الشَّافِعِيُّ قَدْ جَزَّأَ اللَّيْلَ فَثُلُثُهُ الْأَوَّلُ يَكْتُبُ وَالثَّانِي يُصَلِّي وَالثَّالِثُ يَنَامُ۔ [2]

---

[1] - صفة الصفوة، ۳/ ۱۷۱۔ [2] - سير اعلام النبلاء، ۱۰/ ۳۵۔

"ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے رات کو تین حصوں میں منقسم کر رکھا تھا، رات کا پہلا تہائی حصہ لکھتے، دوسرے تہائی میں نماز پڑھتے اور تیسرا تہائی حصہ سوتے۔"

مزید امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں ربیع رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ آپ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم کو مکمل کرتے تھے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حالت نماز میں ساٹھ مرتبہ مکمل کرتے تھے۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ (ت:۲۴۱ھ):

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ: كَانَ اَبِي يُصَلِّي فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ثَلَاثَ مِائَةِ رَكْعَةٍ فَلَمَّا مَرِضَ مِنْ تِلْكَ الْاَسْوَاطِ اَضْعَفَتْهُ ، فَكَانَ يُصَلِّي كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مِائَةً وَ خَمْسِينَ رَكْعَةً ۔[1]

"امام احمد رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ میرے ابا جان ہر دن رات میں تین سو رکعات پڑھتے تھے جب کوڑے لگنے سے بیمار ہوگئے ان کوڑوں نے انہیں کمزور کردیا تو ہر دن رات میں ڈیڑھ سو رکعات پڑھنے لگے۔"

ھناد بن السری رحمہ اللہ (ت:۲۴۳ھ):

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ سَلَمَةَ النَّيْسَابُورِيُّ: كَانَ هَنَّادٌ كَثِيْرَ الْبُكَاءِ فَرَغَ يَوْمًا مِنَ الْقِرَاءَةِ لَنَا فَتَوَضَّأَ وَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى اِلَى الزَّوَالِ وَاَنَا

---

[1] - سیراعلام النبلاء، ۱۱/ ۲۱۲۔

مَعَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَتَوَضَّأَ وَجَاءَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ ثُمَّ قَامَ عَلَى رِجْلَيْهِ يُصَلِّي إِلَى الْعَصْرِ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ وَيَبْكِي كَثِيرًا ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى بِنَا الْعَصْرَ وَأَخَذَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ حَتَّى صَلَّى الْمَغْرِبَ قَالَ قُلْتُ لِبَعْضِ جِيْرَانِهِ : مَا أَصْبَرَهُ عَلَى الْعِبَادَةِ فَقَالَ : هٰذِهِ عِبَادَتُهُ بِالنَّهَارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ سَنَةً ، فَكَيْفَ لَوْ رَأَيْتَ عِبَادَتَهُ بِاللَّيْلِ۔[1]

"احمد بن سلمہ نیسا پوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ھناد رحمہ اللہ بہت زیادہ رونے والے تھے ایک دن ہم پر احادیث پڑھنے سے فارغ ہوئے تو وضو کیا اور مسجد آئے تو زوال تک نماز پڑھتے رہے حالانکہ میں بھی ان کے پاس مسجد میں تھا، پھر اپنے گھر آئے وضو وغیرہ کیا اور آ کر ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پھر پاؤں پر کھڑے ہو کر عصر تک نماز پڑھتے رہے اور قرآن اونچی آواز سے پڑھتے اور بہت زیادہ روتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ مغرب کی نماز پڑھی، احمد بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ان کے ایک پڑوسی سے کہا: یہ کس قدر عبادت پر صابر اور پکے ہیں تو اس نے کہا: یہ ان کی ستر سالوں سے دن کی عبادت ہے پس اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھ لو تو تمہارا کیا تعجب ہو۔

۞ محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ (ت: ۲۹۴ھ):

قَالَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ الثَّقَفِيُّ: سَمِعْتُ جَدِّي يَقُوْلُ : جَالَسْتُ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ۱۱/ ٤٦٦.

مُحَمَّدَبْنَ نَصْرٍالْمَرْوَزِیَّ اَرْبَعَ سِنِیْنَ فَلَمْ اَسْمَعْهُ طُوْلَ تِلْكَ الْمُدَّةِ يَتَكَلَّمُ فِیْ غَيْرِ الْعِلْمِ۔ (1)

"ابو محمد ثقفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے دادا کو کہتے ہوئے سنا: میں نے ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ کی چار سال مجلس اختیار کی لیکن میں نے اتنے لمبے عرصہ میں ان کو علم سے ہٹ کر گفتگو کرتے نہیں سنا۔"

یقیناً یہ بات ہمارے رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے کہ ہمارے اکابر کس قدر اپنی زبان کی حفاظت اور لایعنی گفتگو سے اعراض کرنے والے اور اپنی زندگی کے لمحہ لمحہ کے کس قدر محافظ تھے۔

(1) صفة الصفوة: ۱۴۷/۱۔
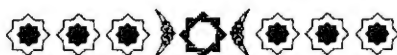
باب ششم:

اہمیتِ وقت اور عربی اشعار

قال یحییٰ بن ھبیرۃ الوزیر:

وَالْوَقْتُ اَنْفَسُ مَا عُنِیْتَ بِحِفْظِہٖ

سب سے زیادہ قیمتی چیز، جس کی حفاظت کا تمہیں اہتمام کرنا ہے وہ وقت ہے۔

وَاَرَاہُ اَسْھَلَ مَا عَلَیْكَ یَضِیْعُ

جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ضیاع تم پر زیادہ آسان ہے۔

کان یزید الرقاشی یتمثلُ بھذاالبیت:

اِنَّا لَنَفْرَحُ بِالْاَیَّامِ نَقْطَعُھَا

ہم گزرے ہوئے دنوں پر خوش ہوتے ہیں

وَکُلُّ یَوْمٍ مَضٰی یُدْنِیْ مِنَ الْاَجَلِ

جبکہ ہر گزرا ہوا دن ہمیں موت کے قریب کر رہا ہے۔

فَاعْمَلْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ الْمَوْتِ مُجْتَھِدًا

پس موت سے پہلے اپنی جان کے لیے خوب محنت سے عمل کرلو

فَاِنَّمَا الرِّبْحُ وَالْخُسْرَانُ فِی الْعَمَلِ

پس نفع ونقصان کا دارومدار عمل میں ہے

(صفة الصفوة ۲۹۰/۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الدُّنْیَا فَنَاءُ لَیْسَ لِلدُّنْیَا ثُبُوتُ

دنیا کو صرف فنا ہونا ہے، اس کے لیے باقی رہنا نہیں ہے۔

إِنَّمَا الدُّنْيَا كَبَيْتٍ   نَسَجَتْهُ الْعَنْكَبُوْتُ

دنیا تو محض ایک ایسے گھر کی طرح ہے جسے مکڑی نے بنا ہو۔

وَلَقَدْ يَكْفِيْكَ مِنْهَا   أَيُّهَا الطَّالِبُ قُوْتُ

اے دنیا کے متلاشی! البتہ تجھے اس دنیا سے گزران زندگی ہی کافی ہے۔

وَلَعَمْرِي عَنْ قَلِيْلٍ   كُلُّ مَنْ فِيْهَا يَمُوْتُ

اور میری عمر کی قسم! جو بھی دنیا میں ہے عنقریب موت کا شکار ہو جائے گا۔

(دیوان علیؓ ،ص:٥٤)

مزید فرماتے ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الدَّهْرَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ   يَكُرَّانِ مِنْ سَبْتٍ جَدِيْدٍ إِلَى سَبْتٍ

کیا تم نے دیکھا نہیں زمانہ دن اور رات ہیں، جو نئے ہفتے سے دوسرے ہفتے تک تکرار کرتے چلتے ہیں۔

فَقُلْ لِجَدِيْدِ الثَّوْبِ لَابُدَّ مِنْ بَلًى   وَقُلْ لِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ لَابُدَّ مِنْ شَتٍّ

پس تم ہر نئے کپڑے سے کہہ دو کہ بوسیدہ ہونا ضروری ہے، اور ہر اجتماعیت سے کہہ دو کہ بکھرنا ضروری ہے۔"

(دیوان علیؓ ،ص:٥٤)

مزید فرماتے ہیں:

اَلْمَوْتُ لَا وَالِدًا يُبْقِي وَلَا وَلَدًا   هَذَا السَّبِيْلُ إِلَى أَنْ لَا تَرَى أَحَدًا

موت نہ باپ کو چھوڑے گی نہ بیٹے کو، یہ راستہ ایک ایسی سمت میں ہے کہ جہاں بالآخر تم کسی

کو نہیں دیکھو گے۔

كَانَ النَّبِيُّ وَلَمْ يَخْلُدْ لِاُمَّتِهٖ لَوْخَلَّدَاللّٰهُ خلقًاقبلَهُ خلدَا

نبی اکرم ﷺ تھے اور وہ بھی اپنی امت کے لیے ہمیشہ نہ رہ سکے، اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے کسی کو دنیا میں ہمیشہ رکھا ہوتا تو وہ بھی ہمیشہ رہتے۔

لِلْمَوْتِ فِيْنَا سِهَامٌ غَيْرُ خَاطِئَةٍ مَنْ فَاتَهُ الْيَوْمَ سَهْمٌ لَمْ يَفُتْهُ غَدًا

موت کے لیے ہمارے بارے میں ایسے تیر ہیں جو خطا نہیں ہوتے، جس کا آج تیر خطا ہو گیا تو کل خطا نہ ہوگا۔

(دیوان علیؓ، ص:٦٩)

مزید فرماتے ہیں:

جَنْبِي تَجَافَى عَنِ الْوِسَادِ خَوْفًا مِنَ الْمَوْتِ وَالْمَعَادِ

میرا پہلو موت اور آخرت کے ڈر سے بستر سے دور رہتا ہے۔

مَنْ خَافَ مِنْ سَكْرَةِ الْمَنَايَا لَمْ يَدْرِ مَا لَذَّةُ الرُّقَادِ

جو موت کی غشی سے ڈرتا ہے، اسے کیا معلوم نیند کی لذت کیا ہے۔

قَدْ بَلَغَ الزَّرْعُ مُنْتَهَاهُ لَابُدَّ لِلزَّرْعِ مِنْ حَصَادِ

تحقیق کھیتی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اب اس کے لیے کٹائی ضروری ہے۔

(دیوان علی، ص: ٦٦)

مزید فرماتے ہیں:

اِغْتَنِمْ رَكْعَتَيْنِ زُلْفَى اِلَى اللّٰهِ اِذَا كُنْتَ فَارِغًا مُسْتَرِيْحًا

جب تم فارغ اور راحت میں ہو تو اللہ کے تقرب کے لیے دو رکعات غنیمت سمجھو

وَاِذَ اهمَمتَ بَالقَوْلِ فِی البَاطِنِ فَاجْعَلْ مَکَانَہٗ تَسْبِیْحاً

اور اگر باطن میں کوئی بات کہنے کا ارادہ کرو تو اس کی جگہ اللہ کی تسبیح کہہ دو۔

حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نَهَارُكَ يَا مَغْرُوْرُ سَهْوٌ وَغَفْلَةٌ

اے دھوکے کا شکار انسان! تیرا دن بھول اور غفلت ہے

وَلَيْلُكَ نَوْمٌ وَالرَّدٰى لَكَ لَازِمٌ

اور تیری رات، سونا ہے تب تو ہلاکت تیرے لیے ضروری ہے

وَتَشْغَلُ فِيْمَا سَوْفَ تَكْرَهُ غِبَّهُ

اور تم ایسے کاموں میں مصروف ہو رہے ہو جس میں عنقریب تم نانغے کو ناپسند کرو گے

كَذَالِكَ فِی الدُّنْيَا تَعِيْشُ الْبَهَائِمُ

چوپائے دنیا میں اسی طرح ہی زندگی گزارتے ہیں

(الزهد الكبير للبيهقیؒ، ص:۲۲۹)

مراد اگر تم سارا دن غفلت اور آخرت کو بھول کر گزار رہے ہو اور رات بھر سونے میں تو ہلاکت تیرے لیے یقینی ہے اور اپنے آپ کو لہو ولعب اور ایسے فضول کاموں میں مصروف نہ کرو کہ جن کو تم بعد میں چھوڑ نہ سکو اور ایسی زندگی تو جانوروں کی ہے کہ کھایا، پیا، گھومے پھرے اور رات بھر سوئے رہے بلکہ تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے۔

ابراهیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کے پہاڑی سلسلے سے میرا گزر ہوا تو میں نے ایک پہاڑ پر بہت بڑا پتھر دیکھا، جس پر یہ عربی عبارت منقش تھی:

كُلُّ حَيٍّ وَإِنْ بَقِيَ فَمِنَ الْعُمْرِ يَسْتَقِي

ہر زندہ چاہے وہ باقی رہے، پس وہ عمر کے گھونٹ پی رہا ہے

فَاعْمَلِ الْيَوْمَ وَاجْتَهِدْ وَاحْذَرِ الْمَوْتَ يَا شَقِي

پس آج عمل اور محنت کر اور موت سے ڈر، اے بد بخت!

(الزهد الكبير للبيهقيؒ ،ص:٢٣٢)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ صبح کے وقت وہ یہ شعر پڑھتے:

يَسُرُّ الْفَتَى مَا كَانَ قَدَّمَ مِنْ تُقًى

نوجوان نے جو پرہیز پہلے کرلیا ہو وہ اسے خوش کرتا ہے۔

إِذَا عَرَفَ الدَّآءَ الَّذِي هُوَ قَاتِلُهُ

خصوصاً جب وہ اس مرض کو پہچان لے جو اس کو ہلاک کرنے والی ہے۔

اور جب شام کا وقت ہوتا تو یہ درجہ ذیل شعر کہتے:

وَمَا الدُّنْيَا بِبَاقِيَةٍ لِحَيٍّ

اور دنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہنے والی نہیں

وَمَا حَيٌّ عَلَى الدُّنْيَا بِبَاقٍ

اور نہ ہی کوئی زندہ، دنیا میں باقی رہنے والا ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقيؒ،ص:٢٣٣)

ابو الحسن المدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن بہت

خوبصورت لباس زیب تن کیا پھر شیشے میں اپنے آپ کو دیکھا تو اپنے اوپر تعجب کرتے ہوئے کہنے لگا، اللہ کی قسم! میں جوان بادشاہ ہوں، اس کی یہ بات اس کی ایک لونڈی نے سن لی۔ تھوڑی دیر گزری تو وہی لونڈی اسے وضو کرانے کے لیے آئی تو اس نے اس کے ہاتھوں پر پانی بہاتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

أَنْتَ نِعْمُ الْمَتَاعِ لَوْكُنْتَ تَبْقَى

تم سب سے اچھی چیز ہو اگر تم دنیا میں زندہ باقی رہتے

غَيْرَ أَنْ لَا بَقَاءَ لِلْإِنْسَانِ

لیکن کسی انسان کے لیے (اس دنیا میں) بقاء نہیں ہے۔

أَنْتَ خِلْوٌ مِنَ الْعُيُوبِ وَ مِمَّا

تم عیبوں سے خالی ہو اور ان چیزوں سے

يَكْرَهُ النَّاسُ غَيْرَ أَنَّكَ فَانٍ

جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہیں علاوہ اس کے کہ یقیناً تم بھی فناء ہونے والے ہو۔

(الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص:۲۳۲)

مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ جتنا مرضی اچھا اور خوبصورت بن جائے لیکن اس کے لیے یہی عیب کافی ہے کہ اس کو فنا ہے، زوال ہے، وہ موت کا شکار ہوگا، جبکہ رب تعالیٰ ایسا بادشاہ ہے جو ان سب عیوب سے پاک ہے۔

اصمعی کہتے ہیں:

اَلدَّهْرُ اَفْنَانِي وَمَا اَفْنَيْتُهُ

زمانے نے مجھے فنا کر دیا، اور میں اسے فنا نہ کر سکا۔

وَالدَّهْرُ غَيَّرَنِي وَمَا يَتَغَيَّرُ

اور زمانے نے مجھے تبدیل کر دیا اور خود تبدیل نہ ہوا۔

إِنَّ امْرَءًا أَمْسَى أَبُوْهُ وَأُمُّهُ

یقیناً آدمی، اس کے ماں، باپ پہنچ جاتے ہیں

تَحْتَ التُّرَابِ فَحَقُّهُ يَتَفَكَّرُ

مٹی کے نیچے تو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی غور وفکر کرے

(الزهد الكبير للبيهقي، ص:٢٣٤)

بوعبداللہ احمد بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اِغْتَنِمْ فِي الْفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوْعٍ

فراغت میں نفلی رکعات کو غنیمت سمجھو۔

فَعَسَى أَنْ يَكُوْنَ مَوْتُكَ بَغْتَةْ

ہو سکتا ہے تیری موت اچانک آجائے۔

كَمْ صَحِيْحٍ رَأَيْتُ مِنْ غَيْرِ سُقْمٍ

کتنے صحت مند بغیر کسی بیماری کے، میں نے دیکھا

ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيْحَةُ فَلْتَهْ

کہ ان کی صحت مند جان اچانک چلی گئی

(الزهد الكبير للبيهقي، ص:٢٣٥)

ہود بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

مَضَى أَمْسُكَ الْمَاضِي شَهِيْدًا مُعَدِّلًا

تیرا گزشتہ کل گزر گیا گواہی دینے والا انصاف والا

وَاَعْقَبَهُ يَوْمٌ عَلَيْكَ جَدِيْدُ

اور اسکے بعد تجھ پر ایک نیا دن آیا

فَاِنْ كُنْتَ بِالْاَمْسِ اِقْتَرَفْتَ اِسَاءَةً

اگر تو نے گزشتہ کل کوئی برائی کی تھی

فَثَنِّ بِاِحْسَانٍ وَاَنْتَ حَمِيْدُ

پس پلٹ جا نیکی کے ساتھ تو قابل تعریف ہوگا

فَيَوْمُكَ اِنْ اَعْتَبْتَهُ عَادَ نَفْعُهُ

اگر تو نے اپنے دن کو تھکا دیا تو اس کا نفع

عَلَيْكَ وَمَا فِى الْاَمْسِ لَيْسَ يَعُوْدُ

تجھ پر ہی لوٹے گا اور جو گزشتہ ماضی میں ہوا ہے وہ نہیں لوٹ سکتا۔

وَلَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَيْرِ يَوْمًا اِلٰى غَدٍ

اور آج نیکی کے کام کو کل تک مؤخر نہ کرو۔

لَعَلَّ غَدًا يَأْتِى وَ اَنْتَ فَقِيْدُ

شاید کہ کل آئے اور تم (دنیا سے) گم ہو چکے ہو

(الزهد الكبير للبیہقیؒ،ص:۲۲۳)

صلتان عبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اَشَابَ الصَّغِيْرَ وَاَفْنَى الْكَبِيْرَ

جوان کر دیا بچے کو اور ہلاک کر دیا بوڑھے کو

مَرُّ النَّهَارِ وَكَرُّ الْعَشِيِّ

دن کے گزرنے اور رات کے پلٹنے نے

اِذَا لَيْلَةٌ هَرَّمَتْ يَوْمَهَا

جب رات اپنے دن کو شکست دے دے

اَتٰى بَعْدَ ذَالِكَ يَوْمٌ فَتًى

تو اس کے بعد ایک جوان دن آتا ہے

نَرُوْحُ وَنَغْدُوْ لِحَاجَاتِنَا

ہم صبح و شام اپنی حاجات کے لیے آتے جاتے ہیں

وَحَاجَةُ مَنْ عَاشَ لَا تَنْقَضِى

جبکہ جو زندہ ہے اس کی حاجات کبھی پوری نہیں ہوتی

تَمُوْتُ مَعَ الْمَرْءِ حَاجَاتُهٗ

آدمی کے ساتھ اس کی حاجات بھی مر جاتی ہیں

وَتَبْقٰى لَهٗ حَاجَةٌ مَا بَقِى

اور انسان کی حاجت باقی رہتی ہے جب تک وہ باقی ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقیؒ،ص:٢٣٦)

ا: بکر بن ابی دارم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اَعَيْنَىَّ هَلْ لَا تَبْكِيَانِ عَلٰى عُمْرِى

میری آنکھیں کیوں نہیں روتی میری عمر پر

تَنَاثَرَ عُمُرِی مِنْ یَّدَیَّ وَلَا اَدْرِی

میری عمر میرے ہاتھوں سے بکھر گئی اور مجھے پتا بھی نہ چلا!

اِذَا کُنْتُ قَدْ جَاوَزْتُ سِتِّیْنَ حَجَّةً

جب میں ساٹھ سال سے تجاوز کر چکا ہوں

وَلَمْ اَتَاَهَّبْ لِلْمَعَادِ فَمَا عُذْرِی

اور میں نے آخرت کے لیے کوئی تیاری نہ کی، تو میرا کیا عذر ہوگا

(الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص:۲٤۲)

محمد بن اعین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان دیکھا جو رات کو بہت کم سوتا تھا، رات کو نماز پڑھتا یا قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف رہتا اور جب رات کا پچھلا پہر شروع ہوتا تو روتے ہوئے ان اشعار کو پڑھتا:

تَفَكَّرْتُ طُولَ اللَّيْلِ فِيمَا جَنَيْتُهُ

میں نے رات بھر ان زیادتیوں کے بارے غور وفکر کیا جو میں نے کی تھیں،

وَذَكَّرَتْ نَفْسِی كُلَّ ذَنْبٍ اَتَيْتُهُ

اور یاد کیا میری جان نے ہر وہ گناہ جس کا میں نے ارتکاب کیا تھا۔

وَاَنْكَرْتُ مِنْهَا مَا تَعَاطَيْتُ فِي الصِّبَا

اور ان (گناہوں) میں سے مجھے وہ برے لگے جن کو میں نو عمری میں کر گزرا تھا۔

كَاَنَّ شَبَابِی كَانَ سَهْمًا رَمَيْتُهُ

گویا میری جوانی ایک تیر تھی جو میں نے پھینک دیا،

وَ سَوَّدَ صُحُفِي بِالذُّنُوبِ اَوَانَه

اور اس (جوانی) نے میرے صحیفوں کو گناہوں کے ساتھ اپنے وقت میں سیاہ کر دیا

وَوَلّٰی سَرِیْعًا مِثْلَ حُلْمٍ رَاَیْتُه

اور بڑی جلدی سے جوانی منہ پھیر گئی جیسا کہ ایک خواب ہو جو میں نے دیکھا۔

(الزهد الكبير للبهيقیؒ ،ص:۲۰۲)

ابو سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اَلَا فَارْجُ عَفْوَ اللّٰهِ عَنْ هَفَوَاتِكَا

خبردار! اپنی لغزشوں کے بارے اللہ کی معافی کی امید رکھو۔

وَبَادِرْ اِلَى الْخَيْرَاتِ قَبْلَ فَوَاتِكَا

اور موقع نکل جانے سے پہلے نیکیوں کی طرف جلدی کرو۔

لَا تَمْضِ بِالتَّسْوِيفِ عُمْرَكَ اِنَّنِی

" عنقریب " کہہ کہہ کر اپنی عمر نہ گزار دو یقیناً میں نے

رَاَيْتُ الْمَنَايَا بِالنُّفُوسِ فَوَاتِكَا

موت کو دیکھا ہے، اچانک جانوں کو اچک لیتی ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقیؒ ،:۲۰۳)

ملاحظہ:

تسویف: یہ ایک روحانی مرض ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال میں کوتاہی برتے اور اپنے آپ سے یہ کہتا رہے کہ عنقریب میں یہ نیک کام کروں گا مثلاً **سوف اصلی** عنقریب میں نماز پڑھوں گا یا یہ عمل شروع کر دوں گا، جبکہ یہ ابن آدم کے لیے ایک شیطانی دھوکہ ہے۔

ابوبکر بن المؤمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وَمَا حَالَاتُنَا اِلَّا ثَلَاثٌ

ہماری صرف تین ہی حالتیں ہیں

شَبَابٌ ثُمَّ شَیْبٌ ثُمَّ مَوْتٌ

جوانی پھر بڑھاپا پھر موت

(الزھد الکبیر للبیہقیؒ، ص:۲۵۵)

ابومسہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وَمَا اَنْفُسُ الْاَحْیَاءِ اِلَّا رَهَائِنُ

اور زندوں کی روحیں صرف گروی ہیں

سَتُقْبَضُ مِنَ الْاَحْیَاءِ تِلْكَ الرَّهَائِنُ

عنقریب زندوں سے یہ گروی چیزیں (روحیں) لے لی جائیں گی

(الزھد الکبیر للبیہقیؒ، ص:۲۵۵)

مزید فرماتے ہیں:

هَبْكَ عُمِّرْتَ مِثْلَ مَا عَاشَ نُوحٌ

اگر تم بالفرض اتنی عمر دے دیے جاؤ جتنی حضرت نوح علیہ السلام نے زندگی گزاری

ثُمَّ لَاقَیْتَ كُلَّ ذَالِكَ یَسَارًا

پھر یہ سب کچھ تم آسانی سے پا لو

هَلْ مِنَ الْمَوْتِ لَا اَبَالَكَ بُدٌّ

تیرا باپ نہ رہے کیا موت سے کوئی چھٹکارا ہے

أَیُّ حَیٍّ اِلٰی سِوَی الْمَوْتِ صَارَا

کونسا زندہ ہے جو موت کے علاوہ کہیں اور گیا ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

وَلَا خَیْرَ فِی الدُّنْیَا لِمَنْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ

اس آدمی کے لیے دنیا میں کوئی بھلائی نہیں جس کے لیے

مِنَ اللّٰهِ فِی دَارِ الْمُقَامِ نَصِیْبٌ

اللہ کے ہاں ہمیشہ کے گھر (آخرت) میں کوئی حصہ نہیں

فَإِنْ تُعْجِبِ الدُّنْیَا رِجَالًا فَإِنَّهٗ

اگر دنیا کچھ لوگوں کو اچھی لگی ہے تو یقیناً وہ

مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَالزَّوَالُ قَرِیْبٌ

تھوڑا سامان ہے جس کو عنقریب زوال ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص: ٢٥٥)

محمود الوراق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

یَبْکِی عَلٰی مَیِّتٍ وَیَغْفَلُ نَفْسَهٗ

وہ میت پر روتا ہے اور اپنی جان سے غفلت برتے ہوئے ہے۔

کَاَنَّ بِکَفَّیْهِ اَمَانٌ مِنَ الرَّدٰی

گویا اس کے ہاتھوں میں ہلاکت سے بچنے کا حفاظت نامہ ہے

وَمَا الْمَیِّتُ الْمَقْبُوْرُ فِی صَدْرِ یَوْمِهٖ

اور دن کے پہلے حصہ میں دفن ہونے والی میت

اَحَقُّ بِاَنْ يَّبْكِيْهِ مَنْ مَيِّتٌ غَدًا

زیادہ حق نہیں رکھتی کہ اس پر وہ روئے جو خود کل میت ہوگا۔

(محاسبة النفس لابن ابی الدنیا، ص:١٢٥)

ابوالفتح البستی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

يَا عَامِرَ الْخَرَابِ الدَّهْرِ مُجْتَهِدًا

اے ویران زمانے کو محنت سے آباد کرنے والے

تَاللّٰهِ مَا لِخَرَابِ الْعُمْرِ عِمْرَانُ

اللہ کی قسم! ضائع زندگی کو کوئی سنوارنے والا نہیں ہے

وَيَا حَرِيْصًا عَلَى الْاَمْوَالِ تَجْمَعُهَا

اور اے مال کے حریص جس کو جمع کرتے رہتے ہو

اَنَسِيْتَ اَنَّ سُرُوْرَ الْمَالِ اَحْزَانُ

کیا تم بھول گئے یقیناً مال کی خوشی غم ہے

(الزهد الكبير للبيهقي ،ص:٢٦١)

ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک بستی کے پاس سے گزرا جو ویران ہو چکی تھی اور اس کے ایک مکان کی دیوار پر میں نے یہ شعر لکھا پڑھا:

هَاذِي مَنَازِلُ اَقْوَامٍ عُهِدْتُهُمْ

یہ ایسی قوم کے گھر ہیں جن کا زمانہ

فِي رَغَدِ عَيْشٍ رَغِيْبٍ مَالَهُ خَطَرٌ

ایک ایسی عمدہ پسندیدہ زندگی میں تھا جس کو کوئی خطرہ نہ تھا

صَاحَتْ بِهِمْ نَائِبَاتُ الدَّهْرِ فَانْقَلَبُوْا

حوادثات زمانہ نے ان کو آواز دی تو وہ پلٹ گئے

اِلَى الْقُبُوْرِ فَلَا عَيْنٌ وَلَا اَثَرٌ

قبروں کی طرف پس آج نہ کوئی ذات ہے اور نہ کسی کے نشان

(التدوین فی اخبار قزوین (۱/۱۷۹)

عبدالعزیز بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ

اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا عُذْرُ مَنْ خَرَّ عَاصِيًا رَسَنَهُ

کیا عذر ہوگا اس شخص کا جو گناہوں کی دلدل میں بے مہار گرا رہا

مَا عُذْرُهُ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ سَنَهْ

چالیس سال (عمر گزارنے) کے بعد اس کا کیا عذر ہوگا

مَا عُذْرُ مَنْ لَا يَكُفُّ مُنْتَهِيًا

اس آدمی کا کیا عذر ہو گا جو کفن پہننے سے

عَنْ ذَنْبِهِ دُوْنَ لُبْسِهِ كَفَنَهْ

پہلے اپنے گناہوں سے باز نہ آیا

يَا رَاكِبَ الذَّنْبِ لَا يُفَارِقُهُ

اے گناہوں کے مرتکب! کسی صورت گناہ نہ چھوڑنے والے

وَالرُّوْحُ مِنْهُ مُفَارِقٌ بَدَنَهُ

جبکہ اس کی روح اس کے بدن کو چھوڑنے والی ہے

عَجِبْتُ مِنْ ذِیْ اَخٍ یَسُرُّ بِهٖ

مجھے ایسے بھائی والے سے تعجب ہے جو اس (بھائی سے) خوش تو ہے

اِذْ سُرَّ مِنْ بَعْدِهٖ وَقَدْ دَفَنَهٗ

لیکن اس کو دفنانے کے بعد خوش ہورہا ہے

طَالَتْ بِهٖ فِی الْحَیَاةِ فَرْحَتُهٗ

زندگی میں اس (بھائی) کے ساتھ اس کی خوشی بڑھ جاتی تھی

وَلَمْ یَطُلْ بَعْدَ مَوْتِهٖ حَزَنَهٗ

لیکن اس کی موت کے بعد اس کا غم نہیں بڑھتا

طُوْبٰی لِمَنْ لَمْ یَخُنْ اَمَانَتَهٗ

مبارک باد ہو اس کو جس نے اپنی امانت میں خیانت نہیں کی

وَالْوَیْلُ عِنْدَ الْحِسَابِ لِلْخَوَنَهْ

اور حساب کے وقت خیانت کرنے والوں کے لیے بربادی ہوگی

(الزهد الكبير للبيهقي، ص: ۲٦٠)

احمد بن عاصم انطا کی رحمۃ اللہ علیہ:

کہتے ہیں کہ میں ایک عابد زاہد آدمی سے ملا تو میں نے اس سے پوچھا! اللہ تم پر رحم کرے بتاؤ خوف الٰہی کی علامت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: احتیاط کرنا، میں نے کہا: شوق کی علامت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: شوق والی چیز کے حصول کی جستجو میں رہنا، میں نے کہا: امید کی علامت کیا ہے؟ تو اس نے کہا: اعمال صالحہ کرتے رہنا۔ تو میں نے اس سے کہا پھر عملی کوتاہی ہمارے میں کیونکر آئی؟ تو اس نے کہا: کیونکہ تم نے اللہ کی

بردباری اور تمہارے گناہوں پر اس کا پردہ ڈالنا، اس پر اعتماد و بھروسہ کرلیا، پھر اس عابد نے درجہ ذیل اشعار پڑھے:

اِنْ كُنْتَ تَفْهَمُ مَا اَقُوْلُ وَتَعْقِلُ

اگر تم میری بات کو سمجھ سکتے ہو اور عقل میں بٹھا سکتے ہو

فَارْحَلْ بِنَفْسِكَ قَبْلَ اَنْ بِكَ يُرْحَلَ

تو اپنی جان کو لیکر (نیکی والی زندگی) کی طرف کوچ کر و اس سے پہلے تمہارا (قبرستان کی طرف) کوچ کیا جائے

وَذَرِ التَّشَاغُلَ بِالذُّنُوْبِ وَخَلِّهَا

اور گناہوں کے ساتھ مشغولیت کو چھوڑ دو اور ان (گناہوں) کو ترک کردو

حَتّٰى مَتٰى وَاِلٰى مَتٰى تَتَعَلَّلُ

کب تک اور کہاں تک تم یونہی بہانے بناتے رہو گے

(الزهد الكبير للبيهقیؒ، ص: ٢٦٠)

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ میں نے سری سقطی کو سنا فرماتے ہوے سنا کہ ایک دن میں قبرستان کی طرف گیا تو میری ملاقات بہلول سے ہوئی جو ایک قبر میں پاؤں لمبے کئے ہوئے مٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا، تو میں نے کہا تم یہاں: تو اس (بہلول) نے کہا ہاں میں ایسی قوم کے پاس ہوں جو مجھے تکلیف نہیں دیتے اور اگر میں ان کے پاس سے چلا جاؤں تو میری غیبت نہیں کرتے تو میں نے بھلول سے کہا کہ روٹی مہنگی ہوگئی ہے۔ تو اس نے کہا: مجھے کوئی فکر نہیں چاہے ایک دانہ ایک مثقال کا ہو جائے، کیونکہ ہمارے ذمے تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت

کریں جیسے اس نے ہمیں حکم دیا ہے اور اس اللہ کے ذمہ ہے کہ وہ ہمیں رزق دے، جیسے اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے پھر بھلول وہاں سے یہ شعر پڑھتے ہوئے چل دیا:

يَا مَنْ تَمَتَّعَ بِالدُّنْيَا وَبَهْجَتِهَا

اے دنیا اور اس کی تروتازگی سے فائدہ حاصل کرنے والے

وَلَا تَنَامُ عَنِ اللَّذَّاتِ عَيْنَاهُ

اور دنیا کی لذتوں سے تمہاری آنکھیں سوتی نہیں

اَفْنَيْتَ عُمُرَكَ فِيْمَا لَسْتَ تُدْرِكُهُ

تو نے ایسی چیز کے حصول میں اپنی عمر فنا کر دی جس کو تم کبھی نہیں پا سکتے تھے

تَقُوْلُ لِلّٰهِ مَاذَا حِيْنَ تَلْقَاهُ

جب تم اپنے رب سے ملو گے، تو اس کو کیا جواب دو گے

(الزهد الكبير للبيهقیؒ، ص: ٢٦٠)

امیہ بن ابی الصلت:

امیہ بن ابی صلت کی موت کا وقت قریب آیا تو اس پر بیہوشی طاری ہوگئی پھر جب ہوش آیا تو اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

كُلُّ عَيْشٍ وَاِنْ تَطَاوَلَ دَهْرًا

ہر زندگی اگرچہ زمانہ بھر لمبی ہوجائے بالآخر

صَائِرًا مَرَّةً اِلٰى اَنْ يَزُوْلَا

ایک مرتبہ وہ زوال کا شکار ہو گی

لَيْتَنِي كُنْتُ قَبْلَ مَا قَدْ بَدَالِي

کاش مجھے علم ہوجاتا جس کا اب مجھے پتہ چلا ہے

فِی رئُوُوسِ الْجِبَالِ اَرْعَی الْوُعُولَا

تو (دنیا سے بیگانہ ہوکر) پہاڑوں کی چوٹیوں پر ریوڑ چراتا رہتا

(الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص: ٢٦٠)

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ:

کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو ان کے پاس سابق بربری یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

فَکَمْ مِنْ صَحِیْحٍ بَاتَ لِلْمَوْتِ آمِنًا

کتنے ایسے صحت مند ہیں جو رات کو موت سے بے خوف ہوتے ہیں

اَتَتْهُ الْمَنَایَا بَغْتَةً بَعْدَمَا هَجَعَ

جبکہ سونے کے بعد اچانک اسے موت آتی ہے

فَلَمْ یَسْتَطِعْ اِذْ جَاءَهُ الْمَوْتُ بَغْتَةً

پس جب اچانک اس کو موت آتی ہے تو اسے بھاگنے کی طاقت نہیں ہوتی

فِرَارًا وَلَا مِنْهُ بِقُوَّتِهِ امْتَنَعَ

اور نہ اس موت کو اپنی طاقت سے روک سکتا ہے

فَاَصْبَحَ تَبْکِیْهِ النِّسَاءُ مُقْنِعًا

پس صبح ہوتی ہے کہ عورتیں سر جھکائے اس پر رو رہی ہوتیں ہیں

وَلَا یَسْمَعُ الدَّاعِیَ وَاِنْ صَوْتَهُ رَفَعَ

اور وہ کسی بلانے والے کو نہیں سن سکتا اگرچہ اس کی آواز بلند ہی کیوں نہ ہو

وَقُــرِّبَ مِــنْ لَــحَــدٍ فَــكَــانَ مَــقِيْــلُــه

اوراس (میت) کولحد کے قریب رکھ دیا جاتا ہے تو وہ قبراس کے قیلولہ کرنے کی جگہ ہوتی

وَفَــارَقَ مَــا قَــدْ كَــانَ بِــالْاَمْــسِ قَــدْ جَــمَــعَ

اور وہ (میت) سب کچھ چھوڑ گیا جو اس نے گزشتہ کل جمع کیا تھا

وَلَايَتْــرُكُ الْــمَــوْتُ الْــغَــنِــيَّ لِــمَــالِــهِ

کیونکہ موت کسی مالدار کو اس کے مال کی وجہ سے نہیں چھوڑتی

وَلَامُــعْــدِمًــا فِــى الْــحَــالِ ذَاحَــاجَــةٍ يَــدَعْ

اور نہ خستہ حال والے فقیر ضرورت مند کو چھوڑتی ہے۔

(الزھد الکبیر للبیہقیؒ ،ص:۲۶۳)

قس بن ساعدہ الایادی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایاد قبیلے کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ان سے قس بن ساعدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو چکا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے موسم حج میں عکاظ بازار میں اسے سرخ اونٹ پر سوار دیکھا تھا، وہ لوگوں میں بآواز بلند کہہ رہا تھا: اے لوگو! اکٹھے ہو جاؤ، غور سے سنو اور یاد کرو، نصیحت حاصل کرو تمہیں فائدہ ہوگا، جو زندہ ہے اسے مرنا ہے، اور جو مر گیا وہ گیا، اور ہر آنے والا آکر رہے گا اما بعد: یقیناً آسمان میں خبر ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں، ستارے ڈوب جائیں گے دوبارہ نمودار نہیں ہونگے، سمندر ٹھاٹھیں ماریں گے اور (پانی) کم نہیں ہوگا، آسمان بلند ہے اور زمین ہموار کشادہ ہے، نہریں اور چشمے ہیں، قس اللہ کی قسم کھاتا ہے! جو قسم نہ تو جھوٹی ہے اور نہ گناہ ہے تم معاملے کی ضرور پیروی کرو گے حالت ناراضگی

ہیں جبکہ اس معاملے میں کچھ رضامندی اور کچھ ناراضگی ہے اور وہ کھیل کود نہیں ہے یقیناً اس کے علاوہ تعجب بھی ہے۔ قس اللہ کی قسم کھاتا ہے! جو قسم نہ جھوٹی اور نہ گناہ ہے یقیناً اللہ کا ایک دین ہے جو اسے ہمارے دین سے زیادہ پسند ہے۔

کیا ہوا لوگوں کو کہ وہ جاتے ہیں اور واپس نہیں پلٹتے، کیا وہ راضی ہو گئے ہیں کہ وہاں قامت اختیار کر لی ہے یا پھر ان کو (ایسی حالت میں) چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ سو گئے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر قس بن ساعدہ نے کچھ اشعار پڑھے جو میں نہ یاد رکھ سکا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ میں اس جگہ موجود تھا مجھے وہ گفتگو یاد ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ گفتگو کیا تھی؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی گفتگو کے آخر میں یہ اشعار تھے:

فِی الذَّاهِبِینَ الْاَوَّلِینَ مِنَ الْقُرُوْنِ لَنَا بَصَائِرُ

پہلی صدیوں کے گزرنے والے لوگوں میں ہمارے لیے بڑی بصیرتیں ہیں

لَمَّا رَاَیْتُ مَوَارِدًا لِلْمَوْتِ لَیْسَ لَهَا مَصَادِرُ

جب میں نے موت کے گھاٹ دیکھے کہ وہاں سے بچ نکلنے کے کوئی راستے نہیں

وَرَاَیْتُ قَوْمِی نَحْوَهَا تَمْضِی الْاَكَابِرُ وَالْاَصَاغِرُ

اور میں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ سب چھوٹے بڑے اسی کی طرف جا رہے ہیں

وَلَا یَرْجِعُ الْمَاضِی اِلَیَّ وَلَا مِنَ الْبَاقِیْنَ غَابِرُ

اور جانے والا میری طرف نہیں لوٹے گا اور جو باقی رہ گئے، ان میں سے کوئی پیچھے رہنے والا نہیں۔

اَیْقَنْتُ اَنِّی لَا مَحَالَةَ حَیْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

تو میں نے یقین کر لیا کہ ضرور بر ضرور میں بھی جہاں ساری قوم جا رہی ہے جانے والا ہوں۔

پھر نبی کریم ﷺ وفدِ ایاد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا قس بن ساعدۃ کی کوئی وصیت پائی گئی؟ تو وفد والوں نے کہا: جی ہاں اس کے مرنے کے بعد اس کے سرہانے کے نیچے سے ایک مکتوب ملا تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

یَا نَاعِیَ الْمَوْتِ وَالْاَمْوَاتُ فِی جَدَثٍ

اے موت کا اعلان کرنے والے جبکہ مردے اپنی اپنی قبر میں ہونگے

عَلَیْهِمْ مِنْ بَقَایَا ثَوْبِهِمْ خِرَقٌ

ان پر باقی ماندہ پھٹے ہوئے کپڑے ہونگے

دَعْهُمْ فَاِنَّ لَهُمْ یَوْمًا یُصَاحُ بِهِمْ

ان (فوت شدگان) کو چھوڑ دو کیونکہ ان کے لیے دن مقرر ہے جس دن ان کو بلایا جائیگا

کَمَا یُنَبَّهُ مِنْ نَوْمَاتِهِ الصَّعِقُ

جیسے بے ہوش آدمی کو اس کی بیہوشی سے بیدار کیا جاتا ہے

مِنْهُمْ عُرَاةٌ وَ مَوْتَی فِیْ ثِیَابِهِمْ

ان میں سے کچھ ننگے ہونگے اور کچھ مردے اپنے کپڑوں میں ہونگے

مِنْهَا الْجَدِیْدُ وَ مِنْهَا الْاَوْرَقُ الْخَلِقُ

اور پھر ان کپڑوں میں سے کچھ نئے ہونگے اور کچھ پھٹے پرانے ہونگے

تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: مجھے قسم ہے اس ہستی کی جس نے مجھے حق دیکر مبعوث فرمایا: تحقیق قس آخرت پر ایمان لا چکا تھا۔

نوٹ: یہ روایت امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ (۱/ ۱۰۳تا۱۰۴) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الاصابہ (۳/ ۲۷۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ (۲/ ۱۱۳) میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے جبکہ یہ روایت اپنے تمام طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ البتہ چونکہ اس روایت کا تعلق عقائد، عبادات وغیرہ سے نہیں اس لیے مجرد حکایت ہونے کے اعتبار سے اسے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

دہفان الشاعر رحمۃ اللہ علیہ:

دہفان کا گزر سامرۃ شہر کے ایک قبرستان سے ہوا تو اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

أَلَا يَا عَسْكَرَ الْأَحْيَاءِ هٰذَا عَسْكَرُ الْمَوْتٰى

خبردار! اے زندوں کے گروہ، یہ مرنے والوں کا گروہ ہے۔

أَجَابُوا الدَّعْوَةَ الصُّغْرٰى وَهُمْ مُنْتَظِرُو الْكُبْرٰى

جنہوں نے چھوٹی پکار (موت) کو قبول کر لیا اور اب بڑی پکار (قیامت) کے انتظار میں ہیں۔

يَحُثُّوْنَ عَلَى الزَّادِ وَمَا زَادٌ سِوَى التَّقْوٰى

(تمہیں) سامان سفر کی ترغیب دے رہے ہیں جبکہ تقویٰ کے علاوہ کوئی سامان سفر نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَكُمْ جِدُّوْا فَهٰذَا غَايَةُ الدُّنْيَا

وہ تمہیں کہہ رہے ہیں: محنت کر لو، دنیا کی انتہاء یہی ہے۔

(الزهد الكبير للبيهقيؒ، ص:٢٦٨)

عامر بن عباس ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الدُّنْیَا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ طَرِیْقٌ

دنیا تو محض جنت اوردوزخ کی طرف ایک راستہ ہے

وَاللَّیَالِی مَتْجَرُ الْاِنْسَانِ وَالْاَیَّامُ سُوْقٌ

اور راتیں انسان کا سرمایہ اور دن ، بازار ہے

ایک شاعر کا قول ہے:

وَلِلْمَرْءِ یَوْمٌ یَنْقَضِی فِیْہِ عُمْرُہُ

اور آدمی کے لیے ایک ایسا دن ہے جس دن اس کی عمر پوری ہو جائیگی

وَمَوْتٌ وَقَبْرٌ ضَیِّقٌ فِیْہِ یُوْلَجُ

اور موت ،پھر تنگ قبر میں اس کو داخل کردیا جائے گا

وَیَلْقَی نَکِیْرًا فِی السَّوَالِ وَمُنْکَرًا

اور وہ سوال میں منکر ، نکیر سے ملے گا

یَسُوْمَانِ بِالتَّنْکِیْلِ مَنْ یَتَلَجْلَجُ

جو عذاب کا سودا کرینگے ہر اس شخص کے ساتھ جو (سوال جواب) میں ا ٹکیگا

(ارشاد العباد ۔ص:۴۸)

ایک شاعر کا قول ہے:

اَشَابَ الصَّغِیْرَ وَاَفْنَی الْکَبِیْرَ

بوڑھا کر دیا بچے کو اور فنا کر دیا بوڑھے کو

كَرُّ الْغَدَاةِ وَ مَرُّ الْعَشِيِّ

صبح کے بار بار آنے اور شام کے گزرنے نے

إِذَا لَيْلَةٌ أَهْرَمَتْ يَوْمَهَا

جب رات اپنے دن کو کمزور کر دے

أَتَى بَعْدَ ذَالِكَ يَوْمٌ فَتًى

تو اس کے بعد ایک جوان دن آتا ہے۔

(این نحن من هولاء، ج:۲، ص:۱۸)

ایک شاعر کا قول ہے:

سَبِيلُكَ فِي الدُّنْيَا سَبِيلُ مُسَافِرٍ

دنیا میں تیرا راستہ ایک مسافر کا راستہ ہے

وَلَا بُدَّ مِنْ زَادٍ لِكُلِّ مُسَافِرٍ

اور ہر مسافر کے لیے سامانِ سفر کا ہونا ضروری ہے

وَ لَا بُدَّ لِلْإِنْسَانِ مِنْ حَمْلِ عُدَّة

اور ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلحہ اٹھائے رکھے

وَلَا سِيَمَا إِنْ خَافَ صَوْلَةَ قَاهِرٍ

خصوصا اگر اسے کسی زبردست کے حملے کا خوف ہو۔

(این نحن من هولاء، ج:۲، ص:۲۲)

ایک شاعر کا قول ہے:

وَمِنْ عَجَبِ الْاَيَّامِ اَنَّكَ جَالِسٌ

اور دنوں کے تعجب میں سے ایک بات یہ ہے کہ تم بیٹھے ہو

عَلَى الْاَرْضِ فِي الدُّنْيَا وَاَنْتَ تَسِيْرُ

زمین پر دنیا میں حالانکہ تم چل رہے ہو

فَسَيْرُكَ يَا هٰذَا كَسَيْرِ سَفِيْنَةٍ

اوے! تیرا چلنا اس کشتی کے چلنے کی طرح

بِقَوْمٍ جُلُوسٍ وَالْقُلُوعُ تَطِيْرُ

ہے جو بیٹھے لوگوں کو لے جا رہی ہے جبکہ بادبان اُڑ رہے ہیں

(این نحن من هولاء، ج:۲، ص۲۷)

ایک شاعر کا قول ہے:

اَيَّامُ عُمْرِكَ تَذْهَبُ

تیری عمر کے دن جا رہے ہیں

وَجَمِيْعُ سَعْيِكَ يُكْتَبُ

اور تیری ساری کوشش لکھی جا رہی ہے

ثُمَّ الشَّهِيْدُ عَلَيْكَ

پھر وہ کوشش تجھ پر گواہ ہوگی

مِنْكَ فَاَيْنَ الْمَهْرَبُ

تیری طرف سے، پس بھاگنے کی جگہ کہاں ہوگی

(این نحن من هولاء ۲/ ۳۵)

ایک شاعر کا قول ہے:

اَذَانُ الْمَرْءِ حِینَ الطِّفْلِ یَاتِی
آدمی کی اذان بچپن میں ہوتی ہے

وَتَأخِیرُ الصَّلَاةِ اِلَی الْمَمَاتِ
اور موت تک نماز کو موخر کر دیا جاتا ہے

دَلِیْلٌ اَنَّ مَحْیَاهُ یَسِیْرٌ کَمَا
یہ دلیل ہے کہ انسان کی زندگی بہت تھوڑی ہے

بَیْنَ الْاَذَانِ اِلَی الصَّلَاةِ
جیسے اذان سے لیکر نماز تک کا وقت ہے۔

(این نحن من هولاء: ۲/ ۳۰)

نوٹ:

اس باب میں ہم نے ان اشعار کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جو زندگی کی اہمیت آخرت کی فکر اور اصلاح کے لیے مفید ثابت ہوں۔

باب ہشتم:

ضیاع وقت کے اسباب

اس باب میں ہم ان چند امور کو ذکر کریں گے جن کی وجہ سے انسان کی زندگی ضائع ہو جاتی ہے اور بندہ دنیوی واخروی کامیابی سے محروم ہو جاتا ہے لیکن ان امور کے ذکر کرنے سے پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ کامیابی کیا ہے؟ اور کس چیز کو کامیابی کہا جاسکتا ہے۔ لوگوں کے طبقات مختلف ہونے کی بناء پر ہر طبقے کے ہاں کامیابی کا معیار اور پیمانہ مختلف ہے۔

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، اعلیٰ تعلیم کا ہونا ہے،

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، حسن وجمال کا ہونا ہے،

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، اچھی ملازمت کا حصول ہے،

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، اچھے کاروبار کا حصول ہے،

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، اچھے ہمسفر کا مل جانا ہے،

کچھ لوگوں کے ہاں معیار، شہرت وعزت کا حصول ہے،

لیکن حقیقی کامیابی وہ ہے جسے اللہ رب العزت نے کامیابی قرار دیا ہے اور وہ ہے آخرت کی کامیابی، "جہنم سے بچ کر، جنت میں داخل ہونا" کیونکہ مذکورہ جتنی بھی چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ سب عارضی ہیں کیونکہ وہ دنیوی ہیں اور دنیا کی ہر چیز عارضی اور فانی ہے جبکہ آخرت کی ہر چیز لازوال اور دائمی ہے اس لیے اس کامیابی کے حصول کے لیے کچھ ایسے امور ہیں جن سے بچنا انتہائی ضروری ہیں، وگرنہ ان امور کی نحوست کی وجہ سے زندگی

کی برکت اور خیر ختم کردی جاتی ہے۔

وہ امور مندرجہ ذیل ہیں۔

معصیت اور نافرمانی

زندگی کو ضائع کرنے میں ایک اہم کردار نافرمانی کا ہے، لہٰذا سب سے پہلے معصیت کا تعارف ہے، کہ معصیت کسے کہتے ہیں؟ بعض اہل علم نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے:

كُلُّ مَا عُصِيَ اللّٰهُ بِهٖ

"ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے"

جبکہ صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ** ۔

صحيح مسلم ،كتاب البر والصلة ،باب تفسير البر والاثم،رقم الحديث :۲۵۵۳۔

"نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس پر اطلاع ہو۔"

ازل سے جو بھی شر اور فساد پیدا ہوا اس کا سبب یہی نافرمانی ہی تھی اور انسانیت پر جو سختیاں آئیں اس کا اصل سبب یہی نافرنی ہی تھی۔

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر انسان کے والدین کو جنت سے نکال دیا گیا۔

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر ابلیس کو دھتکار دیا گیا۔

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر قوم عاد کو ٹھنڈی ہوا بھیج کر ہلاک کر دیا گیا؟

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر قوم ثمود پر چیخ کو بھیجا گیا کہ وہ سب ہلاک کر دیئے گئے؟

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر قوم لوط علیہ السلام کی بستی کو آسمان تک اٹھایا گیا حتیٰ کہ پلٹ دیا گیا؟

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر قوم شعیب علیہ السلام پر عذاب کے بادل آئے اور ان پر آگ برسائی گئی؟

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر فرعون اور اسکی قوم کو غرق کر دیا گیا؟

وہ کونسی چیز تھی جس کی بناء پر قارون کو اس کی جاہ و حشمت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا؟

یہ سب گناہوں اور نافرمانیوں کا نتیجہ تھا۔

یاد رہے سب سے پہلا گناہ جو آسمان پر کیا گیا تھا وہ ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کرنا تھا۔ اور زمین پر جو سب سے پہلا گناہ ہوا وہ بھی حسد تھا یعنی قابیل کا اپنے بھائی ہابیل سے حسد کرنا۔

گناہوں کی وجہ سے اللہ رب العزت اپنے بندے سے اعراض کر لیتے ہیں اور اسے بے مقصد کاموں میں مصروف کر دیتے ہیں اور اسکی زندگی انہی بے مقصد امور کے حصول میں ضائع ہو جاتی ہے اور نیکی والے، خیر والے کام اس پر مشکل ہو جاتے ہیں۔

اس کی مثال حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں ملتی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَنَامَ ثَلَاثَ

عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلَى مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَا رْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث :۱۱۴۲،صحیح مسلم ،رقم الحدیث :۷۷٦۔

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی کے پاس تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ دم کرتا ہے "رات لمبی ہے سوئے رہو" اگر وہ جاگ جائے ، اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اگر وہ وضو کر لے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور ہشاش بشاش تازہ دم صبح کرتا ہے ورنہ بری حالت اور سستی کاہلی کی کیفیت میں صبح کرتا ہے۔"

تو پتہ چلا کہ گناہ کی وجہ سے بندے پر نحوست چھا جاتی ہے حتیٰ کہ بعض سلف سے مروی ہے: اِنَّ مِنْ عَقُوْبَةِ السَّيِّئَةِ اَلسَّيِّئَةُ بَعْدَهَا وَاِنَّ مِنْ ثَوَابِ الْحَسَنَةِ اَلْحَسَنَةُ بَعْدَهَا۔

"برائی کی ایک سزا یہ ہے کہ برائی کے بعد برائی واقع ہوتی ہے اور نیکی کی ایک جزا یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی کی توفیق ملتی ہے۔"

اس بات کی مزید تائید یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کے قول سے ہوتی ہے:

اِنَّ مِنْ عَلَامَةِ اِعْرَاضِ اللّٰهِ عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَجْعَلَ شُغْلَهُ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ

"اللہ تعالیٰ کا بندے سے اعراض کرنے کی ایک علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بے

کار کاموں میں مصروف کر دیتا ہے۔"

لہٰذا نیکی کرنے سے زندگی میں برکت ہوتی ہے اور گناہوں کی وجہ سے بندے کی زندگی بے کار اور بے مقصد ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ۔ جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۱۳۹ حسنه البانیؒ

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے اور عمر کو صرف نیکی بڑھا سکتی ہے۔

اب عمر تو لکھی جا چکی ہے تو نیکی کیسے عمر بڑھاتی ہے؟ اس کے بارے میں اہل علم بیان کرتے ہیں کہ یہاں اضافے اور زیادتِ عمر سے مراد زندگی میں برکت کا حاصل ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت یوں ڈالتے ہیں کہ وہ تھوڑی عمر کے حصہ میں زیادہ خیر حاصل کر لیتا ہے، زیادہ نیکیاں کما لیتا ہے اور اس حدیث کے مفہوم مخالف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گناہوں سے انسان کی عمر کم ہوتی ہے، مراد زیادہ عمر پانے کے باوجود وہ خیر کثیر اکٹھی کرنے سے محروم رہتا ہے۔

ہم یہاں گناہوں کے چند نقصانات بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کو فائدہ ہو:

① علم سے محرومی خصوصاً دین کی سمجھ بوجھ سے عاری ہو جاتا ہے۔

② رزق سے محرومی، نعمتیں چھن جاتی ہیں اور رزق میں تنگی آتی ہے۔

③ گناہ گار کے دل میں ایک وحشت اور خوف پایا جاتا ہے جس کی بناء پر بندہ اپنے رب کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح لوگوں سے بھی وحشت محسوس کرتا ہے۔

④ گناہ عمر کو کم کر دیتا ہے، بیماریوں کی شکل میں یا پھر خیر سے محرومی کو صورت میں۔

⑤ گناہوں سے انسان پر ذلت مسلط کر دی جاتی ہے۔

⑥ گناہوں سے انسان کے مداح اور طرفدار بھی اس کی مذمت کرنے والے بن جاتے ہیں۔

⑦ گناہوں کی وجہ سے اس انسان کی محبت مخلوق کے دل سے نکال لی جاتی ہے۔

⑧ گناہوں سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں، حتی کہ دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں۔

⑨ چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں اور بڑے گناہ انسان کو کفر کی طرف دھکیلتے ہیں۔

⑩ گناہوں سے انسان حسن خاتمہ کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

⑪ گناہوں سے انسان اپنی زندگی میں گھٹن محسوس کرتا ہے، اس پر اس کے معاملات کو بکھیر دیا جاتا ہے اور انسان اپنی دنیا کی اغراض پوری کرنے میں الجھا رہتا ہے، حتی کہ پیغام اجل آ جاتا ہے۔

موت کو بھولنا

زندگی کو بے کار بنانے میں اور وقت کے ضیاع میں "موت کو بھولنا" اس کا بڑا عمل دخل ہے، جس شخص کو یاد ہے کہ میں نے مرنا ہے مجھے موت آنی ہے وہ اپنے وقت کی فکر کرے گا اور اپنی زندگی کو کارآمد بنانے کی پوری کوشش کرے گا کیونکہ موت کی یاد انسان کو خیر پر ابھارتی ہے اور فضولیات سے بچنے پر آمادہ کرتی ہے۔

جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے:

ذِكْرُ الْمَوْتِ يُزَهِّدُ فِيْ الْفُضُوْلِ۔ [1]

---

[1] تنبيه الغافلين، ٢/ ٤١٩۔

"موت کی یاد فضولیات سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔"

موت کی یاد لوگوں پر ظلم زیادتی کرنے، لوگوں کے حقوق سلب کرنے اور بہت سی برائیوں سے بچنے کے لیے مفید ہے بلکہ موت ایک بہت بڑی نصیحت ہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش کروا رکھی تھی:

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ۔ [1]

"اے عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔"

لہذا موت کو یاد رکھنے والا بھی اپنی زندگی کے لمحات کی فکر کرتا ہے، انہیں اللہ کی اطاعت میں بسر کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، آج ہمارے معاشرے میں جو جملہ خرابیاں اور برائیاں پائی جاتی ہیں ان کی بنیاد موت کو بھول جانا ہے، اپنی زندگی کے وسائل کو اتنا وسیع کرلیا ہے، کہ کفایت شعاری اور تھوڑے پر اکتفاء ناممکن ہوگیا ہے، اپنے معاملاتِ زندگی کو اتنا بکھیر لیا ہے کہ وہ سمٹنے کا نام نہیں لیتے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو ہم نے بلاضرورت ہونے کے باوجود اپنی ضرورت بنالیا ہے اور ان زائد ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ہم اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کررہے ہیں جبکہ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ كَفَاهُ الْيَسِيْرُ وَمَنْ عَلِمَ اَنَّ مَنْطِقَهُ مِنْ عَمَلِهِ قَلَّ كَلَامُهُ۔ [2]

"جو کثرت سے موت کو یاد کرے، اسے تھوڑا بھی کفایت کرجائیگا اور جس نے جان لیا کہ اس کہ گفتگو بھی عمل میں شامل ہے تو اس کی گفتگو کم ہوجائے گی۔"

---

[1] البداية والنهاية، ٧/ ١٤٧۔ [2] صفة الصفوة: ٤/ ٢٥٨۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ موت کی یاد انسان کے لیے بے حد مفید ہے اور یہ عمل اس کے لیے بڑی خیر کے حصول کا ذریعہ ہے اور اگر موت کو بھول گیا تو پھر وہ شخص خیر کی نسبت، شر کے زیادہ قریب ہوگا اور اس سے ہر برائی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے جب ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو پڑھتے ہیں تو ان سب میں یہ وصف قدر مشترک پایا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنی موت کو یاد رکھتے تھے، اور اس عمل نے ان کو بہت زیادہ دنیا سمیٹنے اور دنیا میں رکھ رکھاؤ بنانے سے روک رکھا تھا۔

سلیمان التیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَيْـئَانِ قَطَعَا عَنِّي لَذَّةَ الدُّنْيَا : ذِكْرُالْمَوْتِ وَذِكْرُالْمَوْقِفِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَعَالىٰ۔ [1]

"دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت کو ختم کر دیا ہے: موت کی یاد نے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی یاد نے۔"

گویا موت کی یاد دنیا کی رنگ رلیوں اور آسائشوں میں مصروف ہونے سے روکتی ہے بلکہ بری خواہشات کے قلع قمع کے لیے موت کی یاد ایک بہترین تریاق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَـنْ اَبِـى هُـرَيْـرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِى الْمَوْتَ۔

جامع ترمذی، رقم الحديث: ٢٣٠٧، سنن النسائی، رقم الحديث: ١٨٢٥، سنن ابن ماجه رقم الحديث: ٤٢٥٨

" حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتیں

---

[1] این نحن من هؤلاء: ٣/ ١٠٨۔

(خواہشات) ختم کر دینے والی، یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔"

جبکہ ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَکْیَسُ ؟ کہ مومنوں میں سے سب زیادہ سمجھ دار کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَکْثَرُھُمْ لِلْمَوْتِ ذِکْرًا وَاَحْسَنُھُمْ لِمَا بَعْدَہُ اِسْتِعْدَادًا ، اُولٰئِكَ الْاَکْیَاس۔ (سنن ابن ماجه :رقم الحديث:٤٢٥٩۔)

"جوان میں سے سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو۔ اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے سب سے اچھی تیاری کرنے والا ہو۔"

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ موت کو یاد رکھنے والا ایک سمجھ دار اور دانا انسان ہے، کیونکہ درحقیقت وہی اپنی زندگی جیسی عظیم نعمت کو کارآمد بنا رہا ہے۔

ایک مثال:

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے یہ مثال سمجھیں ایک شخص جس کا نام خالد ہے اس کے دو دوست ہیں ایک کا نام عمر، اور دوسرے کا نام حامد ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک نے خالد سے فون پر رابطہ کیا اور اپنے آنے کے بارے میں آگاہ کیا لیکن ان میں سے عمر نے اپنے آنے کی Date (تاریخ) بتلا دی کہ میں دو ماہ بعد فلاں تاریخ کو آؤں گا، جبکہ دوسرے حامد نے کوئی تاریخ متعین ذکر نہ کی بلکہ کہا کہ میں کسی وقت بھی آ سکتا ہوں تم تیاری میں رہنا، اب خالد سب سے پہلے کس کے آنے کے لیے تیاری کرے گا؟ اور کس کے لیے کمرے اور بستر اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرے گا؟ یقیناً حامد کے لیے، کیونکہ وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے، اب اسی مثال کو بندہ موت اور قیامت کے دن پر منطبق کرے کہ موت کے آنے کا وقت نہیں بتایا گیا، جبکہ قیامت کی علامات اور اس کے وقوع کے بارے میں

آگاہ کر دیا گیا ہے۔ لہذا بندے کو چاہیے کہ وہ ہمہ وقت موت کی تیاری میں رہے۔ جیسا کہ شقیق بن ابراہیم الازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِسْتَعِدْ اِذَا جَاءَكَ الْمَوْتُ لَاتَسْئَلِ الرَّجْعَةَ۔[1]

"تیاری میں رہو، کہ جب تمہیں موت آئے تم واپسی کا سوال نہ کرو۔"

لہٰذا بندے کو ہمہ وقت موت کی ایسی تیاری میں رہنا چاہیے کہ جب پیغام اجل آئے تو انسان یہ کلمہ نہ کہے: رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِيْ إِلَى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ ﴿المنافقون: ١٠﴾

" اے میرے رب تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔"

بلکہ اپنے پروردگار کی ملاقات کا شوق و جذبہ ہو کہ جس رب کی میں ساری زندگی عبادت کرتا رہا، آج اس سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے جیسے ایک محبّ اپنے محبوب کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔

امام ابو حازم سلمۃ بن دینار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کی طرف پہنچنا کیسا ہوگا تو انہوں نے فرمایا:

اَمَّا الْمُطِيْعُ فَكَقُدُوْمِ الْغَائِبِ عَلَى اَهْلِهِ الْمُشْتَاقِيْنَ اِلَيْهِ وَاَمَّا الْعَاصِي فَكَقُدُوْمِ الْعَبْدِالْاٰبِقِ عَلَى سَيِّدِهِ الْغَضْبَانِ۔[2]

" جو اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے وہ ایسے جیسے ایک پردیسی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا ہے جو اس کی ملاقات کے شوق میں ہوتے ہیں اور نافرمان گناہگار ایسے پلٹے گا

---

[1] الزھد الکبیر للبیہقیؒ، ص: ۲۱۱۔ [2] این نحن من ھؤلاء، ۳/ ۲۲۰۔

جیسے ایک بھاگا ہوا غلام اپنے ناراض مالک کی طرف لوٹتا ہے۔ واللہ المستعان

اے آخرت کے راہی! ذرا سوچو اور اپنا محاسبہ کرو کہ تمہارا پلٹنا اس پردیسی کی طرح ہے جسے اپنے دیس کی طرف پلٹنے کی ایسی خوشی کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا یا پھر اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح جو اپنے مالک کے پاس آ رہا ہو اور اس پر خوف و ہراس کے بادل منڈلا رہے ہوں، اور سانس پھولا ہوا، دل کی دھڑکن تیز ہو رہی ہو۔ اللہ ہماری مدد فرمائے۔ آمین

لہٰذا اپنی موت کو یاد رکھیں اپنی زندگی کی فکر کریں اور اپنے لمحات کو اللہ کی اطاعت میں بسر کرنے کی کوشش کریں۔

موت کو یاد رکھنے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کا دل روحانی بیماریوں کا شکار نہیں ہوتا اور بری خواہشات کا دلدادہ نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری ہے اور اس کی مزید تائید میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ فرمائیں: لَوْ فَارَقَ ذِكْرُ الْمَوْتِ قَلْبِي سَاعَةً لَفَسَدَ۔

"اگر موت کی یاد میرے دل سے ایک گھڑی بھی دور ہو جائے تو میرا دل خراب (فاسد) ہو جائے۔"

لہٰذا زندگی کو ضائع کرنے میں ایک اہم کردار موت کو بھول جانا ہے۔

غیر اللہ کی محبت

زندگی کو تباہ و برباد کرنے میں ایک کردار غیر اللہ کی محبت کا غلبہ ہے، اس سے مراد اللہ

دراس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی دوسرے سے محبت کرنا اور ایسی محبت جو افراط کی حد تک ہو اور اس نفس کو اندھا کر دے۔

اگر غیر اللہ کی محبت اللہ کی محبت کے تابع ہو کر ہو اور اپنے دائرہ میں رہے تو وہ محمود قابل تعریف) ہے اور اگر وہ محبت اپنے دائرہ سے نکل جائے اور اللہ کی محبت پر غلبہ پا لے وہ مذموم (قابل مذمت) ہے۔

غیر اللہ سے مراد خالق کے علاوہ ہر مخلوق اس میں شامل ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ کی محبت، اللہ کی محبت کا نتیجہ ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس صورت کی تفصیل میں جائیں، پہلے محبت کے درجات کو ذکر کرتے ہیں جن کو امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الداء والدواء" کے اندر بیان کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں: [1]

① علاقہ: یہ محبت کا پہلا درجہ ہے جس میں محبت کرنے والے کے دل کا تعلق محبوب سے قائم ہوتا ہے اور اس کی محبت میں دل معلق ہو جاتا ہے۔

② صبابہ: یہ محبت کا دوسرا درجہ ہے صبابہ یہ کلمہ "صَبّ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "انڈیلنا" یعنی محبت کرنے والے کا دل مکمل طور پر محبوب کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جھک جاتا ہے۔

③ غرام: محبت کے اس درجے میں محبوب کی محبت دل میں ایسی جاگزیں ہوتی ہے کہ دل سے کسی وقت بھی الگ نہیں ہوتی بلکہ لازم وملزوم ہو جاتی ہے۔

④ عشق: محبت کا یہ درجہ افراطِ محبت کا ہے اور اس کا استعمال لغتِ عرب میں مذموم محبت پر ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی محبت میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی اس

---

[1] الداء والدواء لابن القیمؒ، ص: ۴۲۶ تا ۴۳۸۔

کے رسول ﷺ کے حق میں اس کا استعمال درست ہے۔

⑤ شوق: محبت کا پانچواں درجہ شوق کا ہے اور شوق اصل میں دل کے اس سفر کو کہتے ہیں جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آپ ﷺ کی دعا: وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِاِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ۔

سنن النسائی؟ رقم الحدیث:١٣٠٦،مسند احمدؒ، رقم الحدیث:....،صحیح ابن حبان ،رقم الحدیث:١٩٧١

"میں تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

⑥ تَتَیُّمْ: محبت کا یہ آخری درجہ ہے جس میں محبت کرنے والا اپنے آپ کو محبوب کے سامنے ذلیل وحقیر سمجھے اور اپنی ذات کو فناء سمجھے اسی لیے اس قسم کو تَعَبُّدْ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور اہل عرب جب کسی انسان کو دیکھتے کہ وہ کسی کی محبت میں عبادت کی حد تک پہنچ جائے تو کہتے: "تیم الحب" کہ محبت نے اس کو بندہ بنالیا، یعنی محبت کا پجاری۔

تعبد اور عبادت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ محب اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجے کی تواضع، عاجزی وانکساری دکھائے اور اسی لیے بندے کے تمام مقامات وحالات میں سب سے اعلیٰ اور شرف والا مقام عبودیت کا درجہ ہے اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے لیے سب سے اعلیٰ مقام والے وصف "عبد" کے ساتھ قرآن کریم میں کئی مقامات پر متصف فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔۔۔۔ (البقرۃ ٢، آیت ٢٣)

وقال تعالیٰ: سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى ----- (الاسراء:١٧،آیت:١)

وقال تعالیٰ: وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ ----- (الجن:٧٢،آیت:١٩)

یہ تھے محبت کے درجات، اب محبت کی اقسام بیان کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ کی محبت:

اس محبت میں سب شریک ہیں یعنی مسلمان، یہود، نصاریٰ اور مشرکین کیوں کہ یہ سب بالآخر اللہ سے محبت کرتے ہیں لیکن عذاب سے نجاۃ کے لیے اور کامیابی کے لیے یہ کافی نہیں۔

② ہر اس چیز سے محبت، جس سے اللہ محبت کرتا ہے:

اسلام میں داخل ہونے کے لیے اور کفر سے نکلنے کے لیے، آخرت کی کامیابی کے لیے اس قسم کا پایا جانا ضروری ہے، اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ہوگا جو اس قسم میں سب سے زیادہ قوی ہوگا۔

③ اللہ کے لیے اسکی رضا میں محبت:

یہ اللہ کی محبت کے لوازمات میں سے ہے، یعنی انسان اس کی محبت کی بناء پر دوسروں سے محبت رکھے۔

④ المحبۃ مع اللہ (اللہ کے ساتھ کسی دوسرے سے محبت کرے) اسے محبت شرکیہ بھی کہتے ہیں، یعنی مشرکین کی محبت جو اللہ کے ساتھ ساتھ دوسروں سے محبت رکھتے ہیں ،مراد ان سے نہ اللہ کے لیے اور نہ اللہ کی وجہ سے بلکہ اللہ کی محبت میں بطور شراکت محبت کرتے ہیں۔

⑤ طبعی محبت:

اس سے مراد فطری محبت کہ انسان فطرتی طور پر اپنے والدین، اولاد، بیوی اور دوست وغیرہ سے محبت کرتا ہے یہ محبت تب تک جائز ہے جب تک یہ محبت اللہ کے ذکر اور اس کی محبت سے مشغول نہ کرے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (المنافقون :٦٣،آیت ٩)

"اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

یہ وہ اقسام ہیں جن کو امام بن قیمؒ نے اپنی کتاب "الداء الدواء" میں ذکر کیا ہے۔

محبت، شہوت بن جائے:

زندگی کو خراب کرنے میں محبت اس وقت نقصان دہ ہے جب وہ شہوت نفس کی صورت اپنا لے اور انسان اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جائے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شہوتِ نفس کی محبوب چیزیں مندرجہ ذیل آیت میں بیان کی ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ (ال عمران :٣،آیت:١٤)

"لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کردی گئی ہے، جو عورتوں، بیٹوں اور

سونے وچاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں، اور کھیتی سے ہے، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے ہاں اچھا ٹھکانا ہے"

مذکورہ بالا آیت میں ذکر کی گئی اشیاء کی محبت جب خواہش نفس بن جائے اور اس کے حصول میں انسان زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کرنا شروع کردے، اللہ کے احکامات کو بھول جائے تو پھر اس بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (الجاثية :٤٥، آیت:٢٣)

" کیا پس آپ ﷺ نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پھر اللہ کے بعد کون اسے ہدایت دے گا، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔"

محبت بربادی کیسے ہے؟

ہمارے معاشرے میں ایک ایسا فتنہ جو بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے، اور معاشرے کی تباہی کے لیے بلکہ قوموں کی تباہی کے لیے ایک بہت بڑا ناسور ہے اور وہ ہے اجنبی غیر محرم عورتوں سے تعلقات اور انکی محبت میں اپنے دن رات کو برباد کرنا۔ ایسے افراد اپنی زندگی کو ہی نہیں بلکہ اپنی آخرت کو بھی خراب کر بیٹھتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ ان کے لیے دنیا میں ایک سزا کی شکل ہے کہ وہ دنیا میں خواہشات نفسانی، ناجائز محبت کی آگ میں

جلتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں سے اپنی محبت او یاد نکال کر غیر کی محبت ڈال دی ہے، وہ کسی خوشی کی مجلس میں ہوں، یا کسی تعزیت کی مجلس میں، سفر میں ہوں یا حالتِ اقامت میں، مکان میں ہوں یا دکان پر، غرضیکہ ہر وقت غیر اللہ کی یاد میں اور اسی کی سوچ میں رہتے ہیں حتیٰ کہ عبادت کے موقع پر بھی ان کا دھیان اسی غیر کی طرف ہی ہوتا ہے جو کہ ایک مسلسل گناہ ہے اور اس گناہ کی نحوست سے زندگی کا سکون برباد ہو جاتا ہے بلکہ اس غیر کا حصول ہی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے اور اگر وہ مقصد پورا ہوتا ہوا نظر نہ آئے تو کتنے ایسے بدنصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں اور دنیا کے ساتھ اپنی آخرت کو بھی برباد کر لیتے ہیں۔

زمین و زر کی محبت:

زندگی کو تباہ کرنے میں زمین و زر کی ہوس کا بھی بڑا عمل دخل ہے ایسا شخص بھی پہلی قسم کے زمرے میں ہی ہے جس نے زندگی کا مقصد زمین و زر اکٹھا کرنے کو سمجھ لیا اور اس چیز کی ہوس نے اسے زندگی کے اصل مقصد سے دور کر دیا، اس ہوس نے اس کے نزدیک نہ بھائی بھائی کی تمیز رہنے دی، نہ رشتہ داری کا خیال، نہ غریب و یتیم کا خیال بلکہ ایک ہی مقصد کہ زمین زیادہ سے زیادہ بنا لوں، مال زیادہ سے زیادہ اکٹھا کر لوں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (التکاثر: ۱۰۲، آیت: ۱، ۲)

" تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔"

ور فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴾ ﴿الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ﴾ ﴿يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ﴾ (الهمزة:١٠٤، آیت:١ تا٣)

"تباہی ہے بہت زیادہ طعنہ دینے والے اور عیب لگانے والے کے لیے۔ جس نے مال کو جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا۔

شہرت کی محبت:

دنیا کی جھوٹی شہرت اور عارضی عہدے کے حصول کے لیے اپنی زندگی کے اصل مقصد کو بھول جانا، اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اس شہرت کے لیے کھپا دینا، نہ نمازوں کا خیال، نہ روزوں کی فکر، نہ حلال وحرام کی تمیز، نہ جھوٹ سچ کا خیال، بلکہ زندگی کا مقصد صرف اپنا نام پیدا کرنا سمجھ لینا یہ بھی غلط اور ناجائز ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (القصص:٢٨، آیت:٨٣)

"یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو زمین میں نہ اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ فساد کا اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔"

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے علاوہ جس کی بھی محبت تمہیں اللہ سے دور کرے آخرت سے غافل کرے اسے اللہ کی محبت پر قربان کردو، اسی میں خیر ہے۔

رزق حلال کا فقدان

زندگی کو مفید اور کامیاب بنانے میں رزق حلال کا بھی ایک بنیادی کردار ہے، رزق

حلال سے زندگی میں برکت ہوتی ہے۔ انسان کے معاملات میں خیر پائی جاتی ہے، بہت سے مفاسد اور قباحتوں سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا میلان شر اور برائی کی نسبت خیر اور بھلائی کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ حلال کھانے سے آنکھوں کی بصارت کے ساتھ ساتھ دل کی بصیرت زیادہ کام کرتی ہے جس سے انسان حق کو دیکھنے اور پہچاننے میں جلدی کامیاب ہو جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس حرام کھانے سے آنکھوں کی بصارت ٹھیک بھی ہو لیکن دل کی بصارت ختم ہو جاتی ہے دل اندھا ہو جاتا ہے، حق کو پہچاننے اور قبول کرنے سے قاصر رہتا ہے الا یہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔

حرام کھانے سے انسان کے اندر جو اچھے اوصاف اور خصائل حمیدہ پائے جاتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں بلکہ یوں سمجھیے کہ حلال کھانے والے سے ہر خیر کی توقع کی جا سکتی ہے اور حرام کھانے والے سے ہر شر کی توقع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اور زندگی کو خیر و بھلائی سے بھرنے کے لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ رزق حلال کمائے اور اس کا خصوصی خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں تین مقامات پر رزق حلال کھانے کا حکم دیا لیکن ایک جگہ اپنے مقرب اور خاص بندوں یعنی انبیاء کو اور دوسری جگہ اپنے مومن بندوں کو اور تیسری جگہ تمام انسانوں کو۔ وہ تین مقام درج ذیل ہیں:

مقامِ اول:

﴿یَا أَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِیمٌ﴾ (المومنون:۲۳، آیت:۵۱)

"اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں جو تم کرتے ہو اسے خوب جاننے والا ہوں۔"

مقامِ دوم:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲، آیت ۱۷۲)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ ہی کی عبادت کرنے والے ہو تو ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں انہیں میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔"

مقامِ سوم:

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْأَرْضِ حَلَالًا طَیِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ (البقرۃ: ۲، آیت: ۱۶۸)

"اے لوگو! تم زمین میں سے صرف وہ چیزیں کھاؤ جو حلال اور پاک ہوں، اور شیطان کے نقشِ قدم پہ نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

لہٰذا ان آیات سے پتہ چلا کہ ایک مسلمان کی زندگی میں حلال کھانا پینا اور حلال پہننا نہائی ضروری ہے آج ہمارے معاشرے میں برائی کا پھیلنا اور ہر طرف بے حیائی اور فحاشی ی کثرت کا ایک بہت بڑا سبب رزق حلال کا فقدان اور ناجائز ذرائع سے روزی کمانا ہے کیونکہ حرام کھانے سے غیرت مردہ ہو جاتی ہے اور حیاء ختم ہو جاتی ہے اور جب انسان بے حیاء ہو جائے تو اس سے ہر برائی ممکن ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنْ حَلَالٍ

اَمْ مِنْ حَرَامٍ۔ صحیح بخاری :۲۰۸۳۔

"لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جب آدمی کو کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ اس نے مال کیسے حاصل کیا، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔"

آج ہمارے ماحول میں کچھ اسی طرح کی کیفیت بنتی جا رہی ہے ہر شخص کی دوڑ دھوپ صرف پیسے کا حصول ہے، بس پیسہ آنا چاہیے وہ جس طریقے سے بھی حاصل ہو جبکہ یہ بھول گئے کہ ہمیں حکم حلال کمانے کا اور جائز ذرائع سے کمانے کا ہے۔ کیونکہ حرام ذرائع سے کمانے سے اللہ نے منع کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (النساء:٤، آیت:٢٩)

"اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، ہاں تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو (تو ٹھیک ہے)"

یہاں آیت مبارکہ میں لفظ "بِالْبَاطِلِ" استعمال ہوا ہے جس کے معنی " ناجائز طریقے" یعنی ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا گیا ہے لہذا اس میں ہر ناجائز اور ناحق طریقہ شامل ہے۔ مثلاً چوری کرنا، کسی کا مال غصب کرنا، خرید و فروخت میں دھوکہ اور فریب کرنا، ڈاکہ زنی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، سودی لین دین کرنا، جوے بازی کرنا اور ہر قسم کی حرام چیزوں کی تجارت کرنا وغیرہ۔

لہذا اے آخرت کے راہی! اگر اپنی زندگی کو کامیاب بنانا ہے، اس دار عمل میں کی ہوئی محنت کو آخرت میں مفید اور کارآمد بنانا ہے تو حلال کماؤ، حلال کھاؤ کیونکہ حلال

کمانا عبادت بھی ہے اور ہر عبادت کی قبولیت کے لیے ایک بنیادی سبب بھی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً۔

صحیح مسلم: ١٠١٤۔

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے۔"

لہٰذا ساری زندگی کی عبادت اور آخرت کے لیے کی ہوئی محنت تبھی قبول ہوگی اگر ہم نے اپنی زندگی میں رزق حلال کا اہتمام کیا، وگرنہ حرام ہماری زندگی کی محنت کو تباہ کر دے گا اور دوبارہ موقع کسی کے لیے نہیں ہے۔

بُری صحبت

زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے ایک اہم ذریعہ اچھی صحبت ہے، اگر آپ اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے ہیں تو دیکھنے والے آپ کو اچھا ہی سمجھیں گے چاہے آپ اس قدر اچھے نہ بھی ہوئے اور اگر آپ بہت اچھے ہیں لیکن برے لوگوں کی صحبت میں ہوں گے تو آپ کو برا ہی تصور کیا جائے گا۔ اور اگر آپ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں جو وقت کو ضائع کرنے والے ہیں اور اپنی زندگی کو بے کار کاموں میں کھپا رہے ہیں تو یقیناً آپ بھی وقت کو ضائع کریں گے۔ بلکہ صحبت انسان کے دین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، جیسا کہ حدیثِ رسول ﷺ ہے: **اَلْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ مَنْ يُخَالِلْ۔**

سنن ابی داؤد: ٤٨٣٣ وجامع الترمذی: ٢٣٧٨ ومسند احمد: ٨٤١٧۔

"انسان اپنے محبوب ساتھی کے دین پر ہوتا ہے تو اسے چاہیے کہ غور کرے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔"

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی صحبت کو اپنائے جو اس کی زندگی کو کامیاب بنا دے تا کہ وہ دنیوی و اخروی ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہ سکے، وگرنہ قیامت کے دن سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ ﴿يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ ﴿لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا﴾ (الفرقان: ۲۵، آیت: ۲۷ تا ۲۹)

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا اے کاش! میں رسول کا راستہ اختیار کر لیتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا، بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا اس کے بعد کہ (وہ) میرے پاس آ گئی۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم دوست بنانے میں دیکھیں کہ ہمیں کونسی دوستی مفید ہوگی اور ہماری دوستی کا معیار کیا ہونا چاہیے، اس بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم ﷺ کے فرمان کو مدنظر رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے دوستی کا معیار تقویٰ پرہیزگاری کو قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾

(الزخرف: ۴۳، آیت: ۶۷)

"سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی ایک نصیحت اس بارے میں ملاحظہ فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ.

"تم صرف مومن کو دوست بناؤ اور تیرا کھانا صرف متقی انسان کھائے"

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:٤٨٣٢، جامع الترمذی، رقم الحدیث : ٢٣٩٥، مسند احمد، رقم الحدیث:١١٣٣٧۔

اور حضرت ابن عباس ؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہمارے بہترین دوست کون سے ہیں تو آپ ﷺ نے بہترین دوست کی تین بڑی نشانیاں بیان فرمائیں: مَنْ ذَكَّرَكُمْ بِاللّٰهِ رُؤْيَتُهُ وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ۔ مسند ابی یعلی، رقم الحدیث:٢٤٧٣، اسناده لین۔

"جس کو دیکھنا تمہیں اللہ یاد دلا دے، جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کر دے اور جس کا عمل تمہیں آخرت یاد دلا دے۔"

آج ہماری زندگیوں کے بے کار ہونے اور آخرت کے ضیاع میں ایک بڑی وجہ دوستی کے معیار کا تبدیل ہو جانا ہے، کیونکہ

آج ہمارے ہاں معیار روپیہ پیسہ ہے،

یا ہمارے ہاں معیار بڑے منصب کا ہونا ہے،

یا ہمارے ہاں معیار حسن و جمال کا ہونا ہے،

یا ہمارے ہاں معیار بڑے خاندان والا ہونا ہے،

یا ہمارے ہاں معیار چرب لسان اور بد خلق ہونا ہے۔

جبکہ ہمیں چاہیے کہ ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھیں جس سے ہماری دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اچھی صحبت کا فائدہ یہاں تک بیان فرمایا کہ جو شخص کسی اپنی ضرورت کی وجہ سے نیک لوگوں اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھ گیا وہ

بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں ہوگا۔

لہٰذا زندگی کو کامیاب بنانے میں اپنی صحت کو بھی مدنظر رکھیں۔

زندگی کے لیے زہر قاتل اعمال

آج ہمارے معاشرے میں جہاں بہت سی نئی نئی ایجادات ہیں ،ٹیکنالوجی کا دو ہے، بہت سے ایسے کام جو سالوں میں سرانجام ہوتے تھے وہ اب مہینوں میں اور مہینوں کے کام ہفتوں میں اور ہفتوں کے کام دنوں میں طے کیے جا رہے ہیں۔ بہت سے معاملات مثلاً خرید وفروخت، پیغام رسانی، علمی مواد کی منتقلی، رقوم کی منتقلی ،مختلف مقامات ،ملکوں او شہروں کا تعارف ،ملبوسات کی نمائش ،مختلف ذائقہ دار کھانوں کو پکانے اور تیار کرنے کے طریقے غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

یہ ایک پڑھی لکھی بات ہے کہ ہر چیز کے مثبت پہلو بھی ہوتے ہیں اور منفی پہلو بھی ،اور یہ بھی مسلمہ بات ہے کہ انسان خیر کی نسبت شر کی طرف زیادہ جلدی مائل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ﴾(القيامة :۷۵،آیت : ۵)

"بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آنے والے دنوں میں بھی) نافرمانی کرتا رہے۔"

اس مشینری کی دنیا میں جہاں بہت سے لوگوں نے ان چیزوں کو خیر و بھلائی میں استعمال کیا اور ترقی کی خوب منازل طے کیں ،لیکن اس کے برعکس خصوصاً ہمارے مسلمان معاشرے میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جنہوں نے ان ایجادات کو غلط استعمال کیا ہے جس سے بہت سے خاندان ٹوٹ گئے ،بہت نے تعلیمی نقصان اٹھایا ،بہت نے اپنے کاروبار خراب کر لیے ، بہت نے اپنی زندگیاں خراب کر لیں ،بہت نے اپنے آپ کو

بداعمالیوں کی دلدل میں ایسا پھنسا لیا کہ اب واپس خیر اور نیکی کی طرف پلٹنے کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی ، اور خصوصاً ہماری نوجوان نسل ان نئی نئی ایجادات کے غلط استعمال سے اسلامی تہذیب وتمدن سے عاری ہو رہی ہے، شرم وحیاء کا فقدان ہو رہا ہے اور اغیار اپنے کلچر کو ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی سے شامل کر رہے ہیں اور ایسی تہذیب ہمارے اسلامی ماحول میں پھیلا رہے ہیں جس میں مقدس رشتوں کا بھی کوئی لحاظ نہیں ماں ، بہن ، بیٹی اور بہو کا کوئی تقدس نہیں ،عورت کی مجبوری کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ،غریب کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ، ایک مسلمان بھائی کی خیر خواہی کا جذبہ ختم ہو رہا ہے ، احساس ختم ہو چکا ہے، بڑے کی عزت اور چھوٹے سے شفقت ختم ہو چکی ہے۔ ہر سو نفسا نفسی کا عالم ہے ہر کوئی اپنے پیٹ پے ہاتھ پھیر رہا ہے اگر یہی ترقی ہے تو پھر اس ترقی کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اس ترقی سے قومیں کامیاب نہیں بلکہ تباہ ہوتی ہیں۔اس لیے میری ہر مسلمان بھائی اور بہن سے یہی درخواست ہے کہ اپنے دین میں ہم سب کی کامیابی ہے، اپنے دین میں ہماری خیر و بھلائی ہے اور ان ایجادات کو اپنے دین ودنیا کی خیر اکٹھی کرنے میں استعمال کریں لہٰذا یہاں چند ایسی چیزیں بیان کرتا ہوں جن کے غلط استعمال سے زندگی کا قیمتی وقت برباد ہو جاتا ہے اور انسان دین ودنیا کی خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔

- انٹرنیٹ کا بلاضرورت استعمال۔
- فیس بک اور واٹس ایپ کا نشہ۔
- فحاشی وعریانی اور بے حیائی کے پروگرام دیکھنا۔
- فلم بینی اور ٹی وی دیکھنے کا نشہ۔
- ویڈیو گیمز اور موبائل گیمز کھیلنے کا نشہ۔

- موبائل کا غلط استعمال۔
- اجنبی لڑکے اور لڑکیوں سے غلط روابط۔
- بازاروں اور سیر گاہوں کی زینت بننا۔
- رات گئے تک باہر گھومنا پھرنا۔
- مختلف جانوروں کے شوق اور اس کے لیے وقت کو ضائع کرنا۔
- بے کار اور بیہودہ اشعار جمع کرنا۔
- کھلاڑیوں کی تصاویر اور داستانیں جمع کرنا۔

آر یا پار

ہر ابتداء کی انتہاء ہے اور ہر کہانی کا ایک اختتام (End) ہوتا ہے۔ ہر شخص ایک کہانی ہے اور اس کا بھی ایک انجام اور اختتام ہے، زندگی کے لمحات میں سے سب سے اہم اور قیمتی گھڑی زندگی کے آخری لمحات ہیں کیونکہ اس آخری گھڑی اور آخری وقت پر اچھے اور برے انجام کا انحصار ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَ اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ يَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ۔

صحیح بخاری:٦٦٠٧۔

"بلاشبہ بندہ اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اسی طرح دوسرا آدمی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے۔ یقیناً اعمال کا اعتبار خاتمے پر موقوف ہے۔"

لہٰذا سب سے قیمتی وقت زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور صالحین نے بھی ان آخری لمحات کی خیر و بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دعائے یوسف علیہ السلام:

﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ﴾ (یوسف :۱۲،آیت :۱۰۱)

" مجھے مسلمان حالت میں فوت کرنا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا۔"

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْراً وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ﴾ (الاعراف:۷،آیت:۱۲۶)

" اے ہمارے رب ! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرمانبردار ہوں۔"

﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ﴾

(ال عمران :۳،آیت:۱۹۳)

" اے ہمارے رب ! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔"

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ وفات سے پہلے رات بھر روتے رہے کسی نے پوچھا کہ یہ رونا گناہوں کے خوف سے تھا تو انہوں نے زمین سے تھوڑی سی مٹی پکڑی اور فرمایا:
اَلذُّنُوْبُ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاِنَّمَا اَبْكِي خَوْفًا مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ۔[1]

" گناہ تو اس مٹی سے بھی ہلکے ہیں میں صرف برے خاتمے کے ڈر سے رو رہا ہوں۔"

اس لیے ہمہ وقت اپنے حسن خاتمہ کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

سنن ابی داؤد ،رقم الحدیث : ۳۱۱٦ ،مسند احمد،رقم الحدیث :۲۲۰۳٤، مستدرک حاکم ، رقم الحدیث: ۱۲۹۹ ،شعب الایمان،رقم الحدیث:۹۳۔

لہذا ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رکھیں کیونکہ کسی کو کوئی پتہ نہیں

---

[1] این نحن من هؤلاء :۳/ ۱۰۸۔

کہ کونسی گھڑی اس کے لیے آخری ثابت ہو۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو صحت وتندرستی کی حالت میں جو الفاظ کثرت سے بولتے ہیں مرتے وقت ان کی زبانوں پر بے ساختہ وہی الفاظ جاری ہو گئے، جیسا کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو مرتے وقت یہ کہتے سنا: "الثوب بدرهمين ، الثوب بدرهمين" یہ کپڑا دو درہم کا، یہ کپڑا دو درہم کا۔

کیونکہ وہ عام زندگی میں بھی یہی آواز لگا تا رہتا تھا۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم عام حالات میں بھی کلمۃ لا الہ الا اللہ کا کثرت سے ورد کریں تا کہ مرتے وقت اللہ ہمیں اس کی توفیق دے دے، آمین

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اپنے بیٹوں کو جو نصیحت فرمائی اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے۔ ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾

"اور تم صرف فرمانبردار ہو کر مرنا" (البقرۃ: ۲، آیت: ۱۳۲)

مراد کہ ہمہ وقت اللہ کے فرمانبردار رہنا تا کہ جس گھڑی بھی تمہیں موت آئے تم اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بندے ہوگے۔

لہٰذا ہر مسلمان مرد وعورت کو اس گھڑی کو انتہائی اہم سمجھنا چاہیے اور اس میں حسن خاتمہ کے لیے کوشش اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ آخری پتہ ہے یا یوں سمجھیے آخری گیند ہے اور آخری سکور ہے پھر تم آر یا پار۔۔۔۔

اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

بفضل اللہ

۳۰ جنوری ۲۰۱۷ء بروز سوموار

۴ جمادی اولیٰ ۱۴۳۸ھ

المصادر والمراجع

ا القرآن الكريم۔

۲ آداب الحسن البصرى لابن الجوزیؒ۔

۳ احياء علوم الدين للغزالیؒ۔

٤ اين نحن من هولاء لعبدالملك القاسمؒ۔

٥ بحرالدموع لابن الجوزیؒ۔

٦ البداية والنهاية لابن كثيرؒ۔

۷ تاريخ ابن عساكرؒ۔

۸ التدوين فى اخبار قزوين۔

۹ تذكرة الحفاظ للذهبیؒ۔

۱۰ تعليم المتعلم وطريق التعلم لبرهان الاسلام الزرنوجیؒ۔

۱۱ تفسير بغویؒ۔

۱۲ تنبيه الغافلين لابن الجوزیؒ۔

۱۳ جامع البيان لعبدالله الغزنویؒ۔

۱٤ جامع الترمذی۔

۱٥ جامع العلوم والحكم لابن رجبؒ۔

۱٦ حلية الاولياء لابی نعيمؒ۔

۱۷ الداء والدواء لابن القيمؒ۔

۱۸ ديوان علیؓ۔

۱۹ زاد المعاد فی هدی خير العباد لابن القيمؒ۔

۲۰ الزهد للامام احمدؒ۔

۲۱ الزهد الكبير للبيهقیؒ۔

۲۲ السلسلة الصحيحة للالبانیؒ۔
۲۳ سنن ابن الجارود۔
۲۴ سنن ابن ماجه ۔
۲۵ سنن ابی داؤد۔
۲۶ سنن الدارمی۔
۲۷ سنن النسائی۔
۲۸ سير اعلام النبلاء للذهبیؒ۔
۲۹ شعب الايمان للبيهقیؒ۔
۳۰ صحيح ابن حبان۔
۳۱ صحيح ابن خزيمه ۔
۳۲ صحيح البخاری ۔
۳۳ صحيح الترغيب والترهيب للالبانیؒ۔
۳۴ صحيح الجامع الصغيرللالبانیؒ۔
۳۵ صحيح المسلم ۔
۳۶ صفة الصفوة لابن الجوزیؒ۔
۳۷ صور من حياة الصحابه لرافت باشاؒ۔
۳۸ طبقات الصوفية۔
۳۹ الفوائد لابن القيمؒ۔
۴۰ قيمة الزمن عندالعلماء للقرضاویؒ۔
۴۱ محاسبة النفس لابن ابی الد نیاؒ۔
۴۲ مختصر تاریخ دمشق ۔
۴۳ مدارج السالكين لابن القيمؒ۔
۴۴ مستدرك حاكم ۔
۴۵ مسند الامام احمدؒ۔

ضَيَاعُ الْوَقْتِ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ
12
9
3
6